ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
4
www.tanzeem.org
5 تا 11 جمادی الاولیٰ 1439ھ / 23 تا 29 جنوری 2018ء

اس شمارے میں

شیخ مجیب الرحمٰن محبِ الوطن تھا؟

سانحہ قصور: اصل مجرم کون؟

مطالعہ کلام اقبال (55)

ٹرمپ حکومت کا پاکستان کے خلاف پہلا وار

یہ نامراد جنگ

قوم، وطن اور شناخت

صدقہ کیا ہے؟

ایک نابینا جو ہر بینا کے لیے مشعل راہ تھا

اللہ تعالیٰ سے غداری

اسلامی ریاست میں انسانی حقوق کا بڑا محافظ حکومت کا یہ تصور ہے کہ وہ ایک امانت ہے اور اس کے نگرانِ اعلیٰ کی حیثیت ایک امین کی سی ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان اس قول وقرار کے بعد کہ

﴿ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ﴾ (التوبۃ:111)

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔“

مسلمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی سونپی ہوئی ایک مقدس امانت بن گئی ہے اور وہ اپنا حق تصرف خود اپنی آزادانہ مرضی اور اپنے بے لگام اختیار وارادے سے نہیں بلکہ اصل مالک کی مرضی اور اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہوگیا ہے۔ یہ اسی تصورِ امانت کا نتیجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ”خیانتِ نفس“ کا مجرم ٹھہراتا ہے۔

اس تصورِ امانت کی رو سے ہر شخص پر احتساب وذمہ داری کا بار بقدرِ امانت ہے۔ جس کے پاس اسباب و وسائل اور اختیارات واقتدار کی جتنی امانت موجود ہے وہ اسی تناسب سے اپنے مالک کے حضور اپنے اعمال و افعال کا جوابدہ ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس تصورِ امانت کا پورا پورا شعور واحساس تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا۔ اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔ اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہوگا۔ اور اس کے لیے ہلکے حساب کا خطرہ ہے۔ کیونکہ حکام کے لیے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں مسلمان پر ظلم ہو۔ اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ اللہ سے غداری کرتا ہے۔“

صلاح الدین

الھدیٰ (788)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 25 تا 5

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿ۙ۲۵﴾ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿ۙ۲۶﴾ وَ احۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿ۙ۲۷﴾ یَفۡقَہُوۡا
قَوۡلِیۡ ﴿۪۲۸﴾ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ﴿ۙ۲۹﴾ ہٰرُوۡنَ اَخِی ﴿ۙ۳۰﴾ اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ ﴿ۙ۳۱﴾ وَ اَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ
اَمۡرِیۡ ﴿ۙ۳۲﴾ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا ﴿ۙ۳۳﴾ وَّ نَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا ﴿ؕ۳۴﴾ اِنَّکَ کُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا ﴿۳۵﴾

آیت ۲۵ ﴿قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۵﴾﴾ ”موسیٰؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میرے لیے میرے سینے کو کھول دے۔“

یہ بہت اہم دعا ہے اور یہ ہر اُس شخص کو یاد ہونی چاہیے جو دین کی دعوت کا مشن لے کر نکلا ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو نے جو عظیم الشان مشن میرے حوالے کیا ہے اس کے لیے اپنی خصوصی مدد میرے شامل حال کر دے اور اس کام کے لیے میرے سینے کو کھول دے۔

آیت ۲۶ ﴿وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۲۶﴾﴾ ”اور میرے اس کام کو میرے لیے آسان کر دے۔“

آیت ۲۷ ﴿وَ احۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿۲۷﴾﴾ ”اور میری زبان کی گرہ (لکنت) کو کھول دے۔“

آیت ۲۸ ﴿یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿۲۸﴾﴾ ”(تا کہ) میری بات کو وہ اچھی طرح سمجھ سکیں۔“

ظاہر ہے لکنت والے شخص کی گفتگو کو سمجھنے میں لوگ دقت محسوس کرتے ہیں۔

آیت ۲۹ ﴿وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ﴿۲۹﴾﴾ ”اور میرے لیے ایک وزیر بھی بنا دے میرے خاندان میں سے۔“

لفظ ”وزیر“ کا مادہ وزر (بوجھ) ہے۔ اس لحاظ سے اس کے معنی ہیں: بوجھ اٹھانے والا۔ یعنی ذمہ داریوں میں مدد کرنے اور سہارا بننے والا۔

آیت ۳۰ ﴿ہٰرُوۡنَ اَخِی ﴿۳۰﴾﴾ ”میرے بھائی ہارون کو۔“

آپؑ نے اس وزارت کے لیے اپنے بھائی کا نام بھی خود ہی تجویز کر دیا۔

آیت ۳۱ ﴿اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ ﴿۳۱﴾﴾ ”اس کے ذریعے سے میری کمر کو مضبوط کر دے۔“

آیت ۳۲ ﴿وَ اَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۳۲﴾﴾ ”اور اسے میرے اس کام میں شریک بنا دے۔“

آیت ۳۳ ﴿کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۳﴾﴾ ”تا کہ ہم تیری تسبیح کریں کثرت کے ساتھ۔“

آیت ۳۴ ﴿وَّ نَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا ﴿۳۴﴾﴾ ”اور تیرا ذکر کریں کثرت کے ساتھ۔“

آیت ۳۵ ﴿اِنَّکَ کُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا ﴿۳۵﴾﴾ ”یقیناً تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔“

تو خود ہمارے حالات کا چشم دید گواہ ہے۔

فرمان نبویؐ

اچھا اور برا انسان کون؟

عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیۡرٌ؟ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((**مَنۡ طَالَ عُمۡرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ**)) قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: ((**مَنۡ طَالَ عُمۡرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ**)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ)! سب سے اچھا انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔“ پھر اُس نے پوچھا، سب سے بُرا انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”جس نے عمر لمبی پائی اور برے اعمال میں مبتلا رہا۔“

تشریح: لمبی عمر باعث رشک ہے اگر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں گزری ہو۔ جو شخص ہر معاملہ میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتا ہو وہ نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ اور اس شخص کی بدبختی پر کون شک کر سکتا ہے جس کی طویل زندگی اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کے دریا میں غرق ہو چکی ہو اور پھر آخرت میں نافرمانی کا بھاری بوجھ اُس کی کمر پر لاد کر اُسے حاضر کیا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

شیخ مجیب الرحمٰن محبِّ الوطن تھا؟

سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف سے نااہل کردہ سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے ایک بیان میں کہا ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن محبِّ وطن تھا وہ باغی نہیں تھا (فوج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) اُسے باغی بنایا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان ٹوٹ گیا۔ مجھے بھی تم اتنے زخم نہ لگاؤ کہ میں خود پر کنٹرول نہ رکھ سکوں۔ ہماری رائے میں 1971ء میں پاکستان کا ٹوٹ جانا اور شیخ مجیب الرحمٰن کا محبّ وطن یا باغی ہونا ایک ہی بات نہیں، بلکہ دو باتیں ہیں، جو الگ بھی ہیں اور باہم جڑی بھی ہوئی ہیں۔ پاکستان توڑنے کی ایک لحاظ سے ساری قوم ذمہ دار تھی۔ اس لیے کہ عمارت اپنی اصل بنیادوں پر اٹھانے کی بجائے بے بنیاد اٹھائی گئی اور قوم نے کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ کی۔ لہٰذا سطح زمین پر کھڑی عمارت کتنی دیرپا ثابت ہوسکتی تھی۔

1971ء میں پاکستان کی شکست وریخت کی ہماری سیاسی اور عسکری قیادت اصلاً ذمہ دار تھی اور جب یہ سانحہ وقوع پذیر ہوا اُس وقت کی قیادت سب سے زیادہ ذمہ دار تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کا لیڈر تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو مغربی پاکستان میں اکثریتی عوام کی حمایت حاصل تھی اور فوج اقتدار میں تھی جس کا سربراہ جنرل یحییٰ خان تھا۔ حقیقی سٹیک ہولڈرز یہ تین اشخاص تھے۔

ہماری نظر میں سب سے بڑی مجرم فوج اور اُس کا سربراہ یعنی یحییٰ خان تھا جو مینڈیٹ حاصل کرنے والی جماعت کو اقتدار منتقل کرنے کے حوالے سے بدنیت تھا اور اقتدار کی منتقلی اس طرح چاہتا تھا کہ اُسے تب بھی اہم حیثیت حاصل رہے۔ دوسرا بڑا مجرم ذوالفقار علی بھٹو تھا جو دوسری پوزیشن حاصل کرنے کے باوجود اپوزیشن میں بیٹھنے کو تیار نہیں تھا اور یحییٰ خان کے ساتھ ساز باز کر کے اقتدار میں اہم حصہ چاہتا تھا۔ حالانکہ جمہوریت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپوزیشن کی نشستوں پر بیٹھتا اور آئندہ انتخابات میں اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن وہ اُدھر تم اِدھر ہم کی آواز لگا رہا تھا۔ جہاں تک شیخ مجیب الرحمٰن کا تعلق ہے، اس سارے شیطانی کھیل میں اُس کی حیثیت کیا تھی، اُسے متعین کرنے سے پہلے ہم اُس کے اُس انٹرویو کا ذکر کریں گے جو اُس نے 16 جنوری 1972ء کو برطانوی صحافی ڈیوڈ فراسٹ کو دیا تھا۔ جس کے مطابق شیخ مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا تھا کہ وہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ڈھاکہ یونیورسٹی میں اردو کے حق میں تقریر کے بعد مشرقی بنگال کی علیحدگی کے لیے کام کرتا رہا۔ اسی طرح بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد نے بنگلہ دیش ڈے پر انٹرویو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ جب وہ اپنے والد شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ لندن کے ایک فلیٹ میں مقیم تھیں، تو اکثر وہاں بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی ''را'' کے افسران آتے تھے، آزادی کے لیے منصوبے پر رائے دیتے تھے اور مالی امداد بھی فراہم کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اگرتلہ سازش کیس درست تھا، جو مغربی پاکستان کے ناعاقبت اندیش سیاست دانوں کی صدر ایوب خان سے بے زاری کی وجہ سے سیاسی طوفان کی نذر ہو گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہنا چاہتی تھیں کہ اگرتلہ معاملے کی جامع تحقیقات کی جاتیں تو بہت سے دوسرے معاملات بھی آشکار ہو سکتے تھے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
5 تا 11 جمادی الاولیٰ 1439ھ جلد 27
23 تا 29 جنوری 2018ء شمارہ 04
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

علاوہ ازیں راقم کی زندگی کا ایک واقعہ ہے، یہ غالباً 1957ء تھا، حسین شہید سہروردی پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے منصب سے نئے نئے فارغ ہوئے تھے۔ وہ لاہور تشریف لائے۔ وہ راقم کے تایا کے قریبی دوست تھے۔ اُس وقت میں 12 سال کا ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ تایا مرحوم حسین شہید سہروردی سے ملنے گئے اور ساتھ مجھے لے گئے ہوٹل کے جس کمرے میں سابق وزیراعظم سہروردی تشریف فرما تھے، اُس میں بہت سے لوگ موجود تھے اور تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ تایا مرحوم کے لیے جگہ بنائی گئی۔ میں اُن کے پاس کھڑا ہوگیا۔ سہروردی بڑے غصے میں کہہ رہے تھے ''لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں تم نے پاکستان کے لیے کیا کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑا کام کیا ہوگا کہ میں نے اس چھوکرے کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے'' اور ساتھ ہی اُنہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف اشارہ کیا۔ گویا سہروردی مرحوم کو اپنی جماعت کے ایک فرد کے دشمن بھارت کے ساتھ خفیہ تعلقات کا علم ہو چکا تھا اور وہ اُس کو حکمت کے ساتھ اس غداری سے روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان انٹرویوز اور واقعہ کی روشنی میں یہ کہنا کہ شیخ مجیب الرحمٰن محبّ وطن تھا، باغی نہیں تھا، اُسے بغاوت کی طرف دھکیلا گیا تھا تو کیا اُسے بانی پاکستان نے بغاوت کی طرف دھکیلا تھا یا سہروردی نے، جنہوں نے پاکستان کی خیر خواہی میں ڈکٹیٹر ایوب خان سے لڑتے ہوئے جان بھی دے دی۔ لہٰذا ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان توڑنا تو شیخ مجیب الرحمٰن کے ایجنڈے کا حصہ تھا جس پر وہ 1948ء سے عمل پیرا تھا اور اُسے دشمن بھارت کی سیاسی، سفارتی اور مالی مدد حاصل تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ میاں محمد نواز شریف پاکستان کے تین بار وزیراعظم تو بنے، لیکن وہ مطالعہ سے بہت دور رہے۔ وہ پاکستان کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں۔ لہٰذا مخصوص ایجنڈا رکھنے والا طبقہ کان میں جو پھونک دیتا ہے۔ وہ بے چوں وچرا میڈیا کے سامنے کہہ دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے میاں صاحب آج کل بعض سیکولر اور ملحدانہ سوچ رکھنے والے لوگوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میاں صاحب اُن کی دانشوری کے زبردست قائل ہیں اور غیر شعوری طور پر سوچے سمجھے بغیر اداروں پر گولا باری کر رہے ہیں۔ شاید اس لیے کہ کسی زمانے میں محاذ آرائی کی سیاست نے اُنہیں کامیابیاں دی تھیں۔ لیکن اب وہ فوج اور عدلیہ جیسے اہم اداروں سے جنگ کریں گے تو یہ جنگ نہ اُن کے لیے مفید ہوگی نہ پاکستان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اُن کی نااہلی پر سپریم کورٹ نے مہر تصدیق ثبت کی ہے اور دنیوی لحاظ سے اس سے بڑی کوئی عدالت نہیں جو اُنہیں واپس سیاست میں لاسکے گی۔ اور جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اُنہیں احساس کرنا چاہیے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا شیطانی اتحاد عرب میں اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کرنے کے بعد اب ایٹمی پاکستان کی سلامتی پر کاری ضرب لگانا چاہتا ہے۔ اس وقت اگر وہ ملک میں اداروں کے خلاف تحریک اٹھائیں گے یا اپنی سیاسی قوت کو میدان میں لائیں گے تو پھر مورخ بھی اُنہیں اُن کی خواہش کے خلاف قائداعظم ثانی کی بجائے مجیب الرحمٰن ثانی کا درجہ دے گا۔

میاں صاحب! دوسروں پر الزام تراشی کرنے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ انسان کی زندگی میں اچھے اور بُرے وقت آتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ حقیقت میں یہ اپنی اصلاح کا موقعہ ہوتا ہے۔ اسے اگر آپ دوسروں پر گولہ باری کر کے گنوا دیں گے تو ابدی خسارے کا شکار ہو جائیں گے۔

حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اگر آپ اپنے ماضی پر نگاہ دوڑائیں تو آپ بھی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ بے حساب دولت اور اقتدار کے غلط استعمال سے آپ اللہ کی پکڑ میں آچکے ہیں۔ کبھی آپ اسلام کا نعرہ لگاتے تھے۔ پھر آپ نے اسلام دشمنوں سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ آپ پاکستان کا مستقبل لبرل ازم سے جوڑنے لگے۔ آپ کو ہندو اور مسلمان کا خدا ایک نظر آنے لگا۔ آپ نے سود کے خلاف سنہری فیصلے کو عدالت میں چیلنج کر دیا۔ آپ نے اسلام کی پیٹھ میں چُھرا گھونپنے والے قادیانیوں کو اپنا بھائی قرار دے دیا۔ آپ نے ختم نبوت کے مسئلہ کو متنازع بنانے کی کوشش کی۔ آپ نے توہین رسول ﷺ کی مرتکب بدبخت آسیہ کو پھانسی دینے کی بجائے ممتاز قادری کو پھانسی دے دی۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہم سب کا ایمان ہے کہ اللہ غفور ورحیم ہے۔ وہ بڑے بڑے گناہ اور جرائم معاف کر دیتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے نادم ہو اور دل کی گہرائی سے اللہ رب العزت سے معافی مانگے اور طے کرے کہ آئندہ وہ اپنی اصلاح کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ اس کے باوجود دنیوی لحاظ سے اقتدار آپ کو واپس نہ مل سکے لیکن آخرت سنور جائے گی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر آپ اپنی جماعت جو اب بھی برسر اقتدار ہے اُسے اِس مملکت خداداد میں اسلام کے نفاذ کے لیے اقدام کرنے کا کہیں تو نااہل قرار پا جانے کے باوجود تاریخ میں آپ کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ وگرنہ بصورت دیگر آپ اپنی مشابہت اور مماثلت شیخ مجیب الرحمٰن سے ثابت کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اللہ آپ کو اُس جیسے عبرت ناک انجام سے محفوظ رکھے، لیکن توبہ اور اصلاح شرط ہے۔

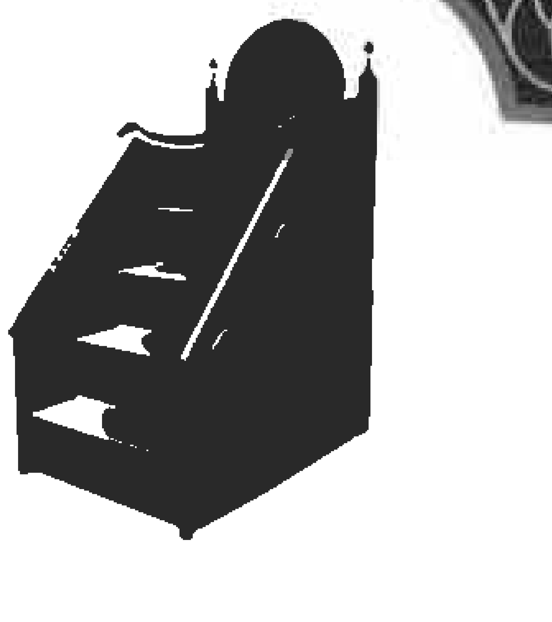

سانحہ قصور: اصل مجرم کون؟

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 12 جنوری 2018ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! قصور میں جو ایک اندوہناک واقعہ پیش آیا اس حوالے سے ملک میں اس وقت ایک خاص فضا بنی ہوئی ہے۔ پوری قوم سوگوار ہے اور قوم میں حکومتی اقدامات اور رویوں کے حوالے سے غم و غصہ بھی ہے۔ آج اسی حوالے ہمارے مطالعہ کا موضوع ہوگا کہ ایک اسلامی حکومت کی اس حوالے سے ذمہ داری کیا ہونی چاہیے اور ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں؟

جو واقعہ زینب نامی معصوم بچی کے ساتھ پیش آیا، اس سے قبل ایسے ہی تقریباً گیارہ واقعات ایک سال کے اندر اندر صرف قصور میں پیش آ چکے ہیں۔ جبکہ پورے ملک کے اعداد وشمار اس کے علاوہ ہیں اور اکثر ایسے واقعات رپورٹ بھی نہیں ہوتے۔ یعنی یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارا مستقل المیہ ہے لیکن ہم اس کو نظرانداز کردیتے ہیں۔ بس تھوڑی بہت مذمت کردی اور جا کر والدین کو دلاسہ دے دیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ہم اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوگئے۔ جبکہ حقیقی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ہم سب بہت بڑے مجرم ہیں کیونکہ ہمارا دین جو تعلیمات اور جو نظام لے کر آیا اس میں تو ایسے واقعات کی گنجائش ہی نہیں بنتی۔ اس کے باوجود اگر ایسا ہورہا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ ہم عملاً اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی بجائے شیطان کے راستے کو شعوری طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

ہم کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے کیونکہ یہاں 96 فیصد تو مسلمان ہی ہیں۔ لیکن یہاں اللہ کا دین کہاں ہے؟ شریعت کہاں نافذ ہے؟ نظام کون سا لے کر چل رہے ہیں؟ بعض چیزوں پر ہمیں بڑی غیرت آجاتی ہے لیکن اللہ کے دین کے معاملے میں ہماری غیرت کہاں چلی جاتی ہے؟ اللہ کے دین کو ہم قائم کیوں نہیں کرتے؟ محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور عشق کا تو ہم بڑا دم بھرتے ہیں مگر آپ ﷺ کے لائے ہوئے اعلیٰ ترین نظام کو نافذ اور رائج کیوں نہیں کرتے؟ کیا حضور ﷺ کے ادب، احترام، تعظیم کا یہ تقاضا نہیں ہے؟ لیکن ہم نے ان تمام چیزوں کو سرے سے نظرانداز کیا ہوا ہے۔ یہ ہمارا انتہا درجے کا منافقانہ رویہ ہے اور یہ سب اسی کے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

مرتب: ابوابراہیم

قرآن مجید کی تعلیمات کے تناظر میں دیکھیں تو شیطان کا سب سے بڑا حربہ عریانی و فحاشی ہے جس کے ذریعے وہ بڑی آسانی سے انسانیت کے مرتبے سے اُتار کر انسانوں کو حیوانوں سے بھی بدتر بناتا ہے۔

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ﴾ ”شیطان تمہیں فقر کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔“ (البقرہ:268)

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ١٦٨﴾ ”اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (البقرہ)

﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ﴾ ”وہ (شیطان) تو بس تمہیں بدی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے“ (البقرہ:169)

قرآنی تعلیمات تو بتا رہی ہیں کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ اگر اس کی باتوں میں آ کر اس کے راستے پر چل نکلے تو پھر تباہی کے سوا کوئی انجام نہیں ہوگا۔ لیکن ہمارے ملک میں اس وقت جس طرح فحاشی کا سیلاب آیا ہوا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیطان اس وقت یہاں کتنا کامیاب ہے۔ حقیقت میں اسی کا نظام اس وقت ملک میں چل رہا ہے اور اس کی ساری خواہشات یہاں پوری ہو رہی ہیں۔ ابھی کل ہی اخبار میں ایک رپورٹ آئی ہے کہ انٹرنیٹ پر جن ممالک میں سیکس پر زیادہ search ہوتی ہے ان میں پاکستان ٹاپ پر ہے۔ اب ظاہر ہے جس معاشرے میں جنسی اشتعال انگیزی اس طرح پھیل رہی ہو اس کا نتیجہ بالآخر جنسی بے راہ روی کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔ اللہ نے واضح فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ١٩﴾ ”بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلے اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ (نور:19)

اسی طرح اللہ نے یہ بھی صاف صاف بتا دیا کہ:

”اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔ کیا تم ہماری کتاب (اور دین و شریعت) کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو رد کر دیتے ہو؟ سو جو کوئی بھی تم میں سے یہ روش اختیار کریں ان کی کوئی سزا اس کے سوا نہیں ہے کہ دنیا میں ذلت و خواری ان پر مسلط کر دی جائے اور قیامت کے دن ان کو شدید ترین عذاب میں جھونک دیا جائے۔ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تو یقیناً تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔“ (البقرہ:208)

یعنی پوری اسلامی تعلیمات کو قائم و نافذ کرو۔

پورے دین پر عمل کرو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سانحہ قصور جیسے واقعات کا اصل مجرم کون ہے؟ ایسے واقعات کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ کیا ہم نے اس ملک کے اندر اللہ کے دین کو قائم کیا ہے؟ کیا اس کے لیے کوشش ہو رہی ہے جیسی کہ ہونی چاہیے؟ وہ اعلیٰ ترین نظام جس کے ہم گن گاتے ہیں، جس کے ضمن میں ہم خلافت راشدہ کا ذکر کرتے ہیں، اس نظام کو قائم کرنے میں یہاں رکاوٹ کیا ہے؟ کیا ہندو، سکھ یا انگریز رکاوٹ ہیں؟ جبکہ آزادی حاصل کیے ہمیں 70 برس بیت گئے ہیں۔ جب ہم نے اللہ کا دین ہی قائم نہیں کیا، وہ نظام قائم ہی نہیں کیا تو پھر ظاہر ہے یہاں شیطنت کو ہی فروغ ملنا ہے اور یہ سب واقعات اسی کے مظاہر ہیں جن میں سے ایک آدھ واقعہ ہمیں ہلا کر بھی رکھ دیتا ہے۔

لہٰذا ایک اعتبار سے پوری قوم مجرم ہے سوائے ان لوگوں کے جو اس ملک کے اندر اللہ کے دین کو قائم کرنے کی مخلصانہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ سب سے بڑے مجرم وہ ہیں جن کے ہاتھوں میں حکومت واختیار ہے اور یہ وہ ہیں جنہوں نے شیطان کے ایجنٹوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے، یہ سارا کچھ انہی کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ ایک پیمرا نام کا ادارہ برائے نام رکھا ہوا ہے کہ ہمارے کچھ اخلاقی اصول ہیں اور میڈیا ان اصولوں سے باہر نہیں جا سکتا لیکن کتنی مرتبہ ہم نے پیمرا سے رجوع کیا کہ فلاں فلاں چیزیں فحاشی پھیلانے کا باعث ہیں ان کو بند کیا جائے لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اسی طرح ہم نے فحاشی کے سدباب کے لیے عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا مگر نتیجہ صفر! آپ سال بہ سال مقدمات میں رُلتے رہیں گے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ لہٰذا سب سے بڑے مجرم تو وہی ہیں جن کے ہاتھ میں اس وقت زمام کار ہے۔

دوسرے نمبر پر مجرم وہ طبقہ ہے جو اپنے آپ کو علماء کہتا ہے سوائے ان کے جو واقعتاً اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر اپنے مسلک کی ہی برتری مقصود ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ساری بحثیں ہو رہی ہیں، جھگڑے ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں جمعہ کا نظام فرد کی ایجوکیشن اور قرآنی تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ تھا اور قرآنی تعلیمات کے ذریعے ایک طرف ایمانی جذبہ اُجاگر ہوتا ہے اور دوسری طرف صراط مستقیم کی راہنمائی بھی ملتی ہے۔ لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جمعہ کے اصل مقصد کو پورا کیا جاتا ہو ورنہ منبر ومحراب کسی اور ہی مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ زیادہ تر قصے کہانیاں اور صالحین کی کرامات ہی بیان ہو رہی ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کے معاشرے میں عوام کے مقابلے میں علماء کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہاں اکثر علماء بھی اسی غلیظ سیاست کا حصہ بنے ہوئے ہیں جس کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے

یہ آج کا قصہ نہیں ہے۔ ہمیں آزادی ملے ہوئے ستر برس ہو چکے ہیں اور پوری قوم اسی ڈگر پر چل رہی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ علماء کی اصل ذمہ داریاں کچھ اور تھیں۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے علماء کا ذکر کیا ہے کہ اصل بگاڑ ان میں تھا جس کی وجہ سے پوری قوم میں بگاڑ آیا۔ ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ ''یہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے اُن منکرات سے جو وہ کرتے تھے۔'' (المائدہ:79)

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ ؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ ؑ تک تقریباً 14 سو سال اس زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت رہے ہیں۔ اس دوران بنی اسرائیل پر بھی اللہ کی طرف سے دو بڑے بڑے عذاب کے کوڑے برسے ہیں۔ قرآن نے ان کے علماء کو چارج شیٹ کیا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا جس کی وجہ سے سارے بنی اسرائیل اس حال کو پہنچے۔ علماء کا اصل کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ مسلم معاشرے میں گناہوں کو پھیلنے نہ دیں۔ منکرات کے خلاف ہر شہری کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کریں۔ لیکن

پریس ریلیز 19 جنوری 2018ء

یہود وہنود کا اشتراک مسلمانانِ پاکستان کے لیے انتہائی تشویشناک ہے

اسرائیلی وزیراعظم کا بھاری بھرکم وفد کے ساتھ بھارت آنا اور چھ روز تک قیام کرنا کسی خطرے سے خالی نہیں

پارلیمنٹ کے بارے میں غیر محتاط زبان صحیح نہیں لیکن کیا پارلیمنٹ کی کارکردگی قابل ستائش ہے؟

حافظ عاکف سعید

یہود وہنود کا اشتراک مسلمانانِ پاکستان کے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران اسرائیلی وزیراعظم کے دورہ بھارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ بھاری بھرکم وفد کے ساتھ نیتن یاہو کا بھارت آنا اور وہاں چھ روز تک قیام کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ عرب میں اپنے مخالفین کو پچھاڑنے کے بعد ایٹمی پاکستان کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں اور وہ اس حوالہ سے بھارت کے ساتھ مل کر کوئی عملی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ پارلیمنٹ کے بارے میں ہمارے بعض سیاست دانوں نے غیر محتاط زبان استعمال کی ہے جو اُنہیں زیب نہیں دیتی تھی، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس پارلیمنٹ کی کارکردگی کسی بھی سطح پر ایسی ہے کہ اُس کی ستائش کی جا سکے۔ اس پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے حوالے سے مسلمانوں کے متفقہ موقف کو متنازع بنایا۔ حقوق نسواں بل پاس کر کے فحاشی اور عریانی کا راستہ ہموار کیا۔ ملک میں رائج اسلامی تعلیمات کو نصاب سے خارج کرنے کی کوشش کی۔ گزشتہ اکہتر سال میں اسلامی نظام کی طرف رتی بھر پیش رفت نہ کی۔ اُنہوں نے کہا کہ فرد ہو یا ادارہ ہمیشہ اپنی کارکردگی اور طرزِ عمل سے قابل تعظیم یا قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

یہ علماء عوام کو گناہوں، معصیت، منکرات سے روکتے نہیں تھے۔ فرمایا:

﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ﴾ ''کیوں نہیں منع کرتے انہیں ان کے درویش اور علماء وفقہاء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام خوری سے؟'' (المائدۃ:63)

جو زیادہ مالدار طبقہ ہے اس کے پاس وسائل بھی ہیں اور اللے تللے بھی خوب ہوتے ہیں۔ جب وہ پٹڑی سے اُترنے لگتے ہیں تو بجائے اس کے کہ علماء ان کو روکیں، ان کی اصلاح کریں، اُلٹا ان کی محفلوں میں شریک ہو رہے ہوں، ان کے ساتھ بیٹھ کر دعوتیں اُڑا رہے ہوں اور ان سے فوائد سمیٹ رہے ہوں اور ان فوائد کے لیے اُن کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوں تو پھر معاشرہ جس رُخ پر جائے گا اس کے ذمہ دار بھی علماء ہی ہوں گے۔ اسی لیے قرآن نے بڑا واضح طور پر بتا دیا ہے کہ علماء کا یہ طرز عمل اللہ کے نزدیک جرم عظیم ہے۔

تیسرے نمبر پر ہم خود یعنی والدین ایسے واقعات کے ذمہ دار ہیں۔ ہم اپنی اولاد کی تربیت اور ذہن سازی کے لیے کتنا کچھ کر رہے ہیں ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ: ''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی''۔ (بخاری)

ہر شخص کی تولیت میں اللہ نے کچھ مخلوق دے رکھی ہے اور وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ والدین سے اولاد کے حوالے سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس حوالے سے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا تھا؟ وہ ذمہ داری صرف یہی نہیں کہ اولاد کو اچھا کھلا پلا دیا جائے، دنیا کی سہولتوں سے سیر یاب کر دیا جائے۔ بلکہ اصل ذمہ داری کچھ اور بھی ہے؟ یہ دنیا دارالامتحان ہے، یہاں ہم مزے لوٹنے نہیں آئے۔ اگر دنیا کے اس امتحان میں ناکام ہوگئے تو ہمیشہ کی جہنم سزا ہوگی۔ اس دائمی ناکامی سے بچنے کا واحد راستہ کون سا ہے؟ اگر والدین اپنی اولاد کو یہ نہیں بتا رہے تو گویا وہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے اور اس پر اللہ کے ہاں ان سے سخت پوچھ ہوگی۔

آج ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اپنی ذمہ داری صرف یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو اچھی اعلیٰ تعلیم دلوا دی جائے، اور انہیں دنیا میں کسی اونچے مقام پر پہنچا دیا جائے کہ سارے رشتہ دار کہیں کہ ہاں! یہ کامیاب ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا اونچا مقام خود وبال بننے والا ہے اگر ساتھ دینی لحاظ سے ذہن سازی اور تربیت نہیں ہے۔ قرآن نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے کہ والدین کہیں گے کہ ہماری کوتاہیوں کے بدلے میں ہماری اولاد کو جہنم میں جھونک دو ہمیں کسی طرح بچا لو۔ چنانچہ اگر ہم اپنی اولاد کی ذہن سازی اسلامی اعتبار سے نہیں کر رہے تو ہم بھی مجرم ہیں۔ کیونکہ یہ دین صرف اس لیے نہیں آیا کہ کچھ احادیث یاد کر لو اور قرآن پڑھ کر ثواب حاصل کر لو۔ بلکہ اس میں قدم قدم پر ہمارے لیے راہنمائی ہے۔ اگر ہم اس راہنمائی کو حاصل کریں گے تو دنیا وآخرت میں ہماری بھلائی ہو گی۔ چنانچہ اولاد کی سب سے بڑی بھلائی کس میں ہے:

''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر۔'' (التحریم:6)

اس آگ سے بچنا ہی حقیقی اور سب سے بڑی کامیابی ہے لیکن اس کامیابی کو حاصل کرنے کا موقع صرف دنیا میں ہے۔ لہٰذا دنیا میں جتنا وقت مل جائے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس دوران اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انسان کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد صرف یہی ہے لیکن آج ہم اصل مقصد کو بھول کر کچھ اور ہی زندگی گزار رہے ہیں۔ جب انگریز یہاں آیا تھا تو اپنا نظام تعلیم بھی ساتھ لایا تھا۔ اس وقت لوگوں کی سوچ تھی کہ اگر انگریز کی نوکری مل جائے تو پھر کیا کہنے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی لیے کہا تھا۔

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پینشن ملی اور مر گئے

انگریز یہاں سے چلا گیا لیکن اپنے اثرات چھوڑ گیا۔ اس وقت ہمارے معاشرے کا دین کے ساتھ حقیقی تعلق نہ ہونے کے برابر ہے۔ صرف دنیا کا حصول، دنیوی خواہشات کی تکمیل ہی زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔ فرائیڈ، جس کو آج کے دور میں نفسیات کا سب سے بڑا امام مانا جاتا ہے، اس کے نزدیک تو سب سے زیادہ potent factor ہی سیکس ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کے حوالے سے نہ کوئی ذہن سازی ہے اور نہ خدا خوفی ہے۔ ایک طرف معاشرے میں عریانی وفحاشی کے فروغ کو کھلی چھوٹ ہے جبکہ دوسری طرف نکاح کو مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ہمارا یہی عملی تضاد سانحہ قصور جیسے واقعات کا باعث بن رہا ہے۔

جبکہ اسلام نے ایسے واقعات کے سدباب کے لیے کثیر الابعاد اہتمام کیا تھا۔ مثلاً یہ کہ معاشرہ گندے خیالات سے پاک وصاف ہو۔ اس کے اندر بے حیائی فحاشی بالکل نہ ہو۔ اسلامی ریاست میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف شادی کے نظام کو زیادہ سے زیادہ آسان اور سادہ بنایا جائے۔ والدین کو تاکید کی گئی ہے کہ شادی میں عجلت کریں۔ جب بچہ جوان ہو جائے تو اس کی شادی کر دی جائے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر اس میں دیر کرنے سے لڑکا کسی غلط کاری میں ملوث ہوا تو اس کا وبال باپ پر بھی آئے گا۔ لیکن آج ہماری سوچ یہ ہے کہ جب لڑکا کمائے گا اور اس کے پاس پیسے اکٹھے ہو جائیں گے تو خود شادی کر لے گا۔ دوسری طرف ہم نے شادی بیاہ کو اتنا مشکل بنا دیا ہے کہ یہ کوہ ہمالیہ سر کرنے کے مترادف ہو گیا ہے۔ الحمدللہ، ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسی مسجد سے ایک تحریک کا آغاز کیا تھا کہ نکاح مسجد میں ہو اور صرف ان رسومات پر اکتفا کیا جائے جو حضور ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت ہیں۔ باقی سب رسومات کو ختم کر دیا جائے۔ اگر اسلام کے ان اصولوں کے مطابق عمل کیا جائے تو شادی نہ کوئی بوجھ ہے اور نہ اس میں کوئی پریشانی ہے، نہ جہیز کی رسم ہے؟ نہ بارات کا تصور ہے۔ دوسری طرف جنسی جذبے کو مشتعل کرنے والی جو چیزیں ہیں ان کی سختی سے روک تھام کے لیے بھی اسلام نے بڑے مثبت اقدام کیے ہیں۔ رقص، موسیقی، شراب، منشیات وغیرہ سب حرام ہیں۔ اسی طرح مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی روک تھام بھی اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ لیکن آج اس پر کوئی عمل کرتا ہے تو لوگ اسے کسی اور دنیا کی مخلوق سمجھتے ہیں۔ روشن خیالی کا زعم اتنا ہے کہ گھر کی عورتیں بن ٹھن کر اور نیم عریاں لباس میں شادی بیاہ اور دیگر مخلوط تقریبات میں جائیں تو مردوں کی غیرت جاگتی ہے نہ ایمان متزلزل ہوتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا کہ۔

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

اکبر الہ آبادی کے زمانے میں آج کی طرح پردہ بالکل ختم نہیں ہوا تھا۔ جو کچھ آج پہنا جاتا ہے اس کا تو اس زمانے میں تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اکبر غیرت قومی سے زمین میں گڑ گیا۔ لیکن اب

پہلے پردہ اترا تھا، اس کے بعد باریک دوپٹے کا فیشن آیا۔ پھر دوپٹہ بھی محض ایک رسی کی شکل میں رہ گیا۔ اب مزید روشن خیالی یہ ہوگئی ہے کہ دوپٹے اور چادر سے بالکل بے نیازی ہے۔

اسی طرح اسلام نے اصول دیا کہ عورتوں کا اصل دائرہ کار گھر کی چاردیواری ہے۔ البتہ بوقت ضرورت نکل سکتی ہیں لیکن مکمل باپردہ ہوکر۔ لیکن گھر کے باہر کی اصل ذمہ داری مرد کی ہے۔ جبکہ اس حوالے سے بھی ہمارے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے سب کو معلوم ہے۔ آسمان امریکہ اور یو این او سے جو وحی آتی ہے اس پر ہماری حکومت عمل کرتی ہے۔ پہلے ایک دفعہ تحفظ حقوق نسواں بل پاس ہوا تھا۔ پھر ابھی پنجاب اسمبلی نے پاس کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کو آزاد کیا جائے اور اس کو باہر نکالا جائے۔ جس کے نتیجے میں اب ہر طرف سے آوازیں آ رہی ہیں اور عدالتوں میں خلع کے کیس بہت زیادہ آنے لگے ہیں۔ اسلام میں خلع کی گنجائش ہے لیکن اس کا ایک طریقہ کار ہے، کچھ اصول ہیں لیکن اب ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے جو بھی عورت خلع کے لیے آتی ہے اس کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا طلاقوں کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ ایک شادی پر لاکھوں کروڑوں خرچ ہوتے ہیں لیکن کچھ مہینوں کے بعد چھٹی ہو رہی ہوتی ہے اور سارا خاندانی نظام تہہ و بالا ہے۔ لیکن ہم روشن خیالی کے زینے اوپر سے اوپر چڑھ رہے ہیں اور ایک مکمل غیر اسلامی معاشرہ بنا کر ہم چاہتے ہیں کہ یہاں وہ نہ ہو جو کہ دوسری جگہوں پر ہو رہا ہے۔

اسی طرح اسلام میں غض بصر کا حکم ہے کہ مرد و خواتین اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں۔ یہ احکامات فاطر فطرت کی طرف سے ہیں جس نے انسان کی فطرت بنائی ہے اور اسے پتا ہے کہ اس کے اندر کیا کیا اندیشے ہیں۔ لیکن ہم بالکل اس کے الٹ چل رہے ہیں اور اس کے نتائج جب سامنے آتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ حکمران جاتے ہیں سر پر ہاتھ پھیر کر آ جاتے ہیں اور پھر اگلے واقعے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سب طرفہ تماشا اسی طرح ہوتا رہے گا جب تک کہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے اس فرسودہ، استحصالی اور دجالی نظام کو ختم کر کے اس کی جگہ وہ نظام نہیں لے آتے جس کے نام پر یہ ملک بنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچا مسلمان اور سچا پاکستانی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محاضراتِ علمِ الحدیث

پہلا لیکچر

”تحقیقِ اخبار کا محدثانہ منہج“

(احادیث کی چھان پھٹک کے ضمن میں محدثین کا منہج)

27 جنوری 2018ء، بروز ہفتہ، بعد از نمازِ مغرب

☆

دوسرا لیکچر

”احادیثِ فتن اور اہلِ سُنّت کا موقف“

28 جنوری 2018، بروز اتوار، صبح 11 بجے

مقرر

ڈاکٹر سہیل حسن صاحب

ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

(خلف الرشید حضرت مولانا عبدالغفار حسنؒ)

بمقام

قرآن آڈیٹوریم، 191۔اے، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

زیر اہتمام: ☆ شعبہ تحقیق، مرکزی انجمن خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان

برائے رابطہ و معلومات:

آصف علی 0307-5485710

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

دراسرارِ شریعت 4

17	ایں بنوک ، ایں فکر چالاک یہود	نورِ حق از سینۂ آدم ربود

یہ بینکوں کا نظام (سودی معیشت) جو (انسان دشمن) مکار یہودیوں کی استحصالی فکر کا نتیجہ ہے انسان کے سینے سے حق کا نور (انسان دوستی اور رحم کے تمام جذبات) ختم کر دیتا ہے

18	تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام	دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

(اے مسلمان) جب تک یہ (سودی نظام) بنیادوں سے اُکھیڑ کر نہ پھینک دیا جائے (اس وقت تک) دانائی، انسان دوست رویے اور خدا شناسی یعنی شریعت پر چلنا سب ناپختہ اور بچگانہ باتیں ہیں

19	آدمی اندر جہانِ خیر و شر	کم شناسد نفع خود را از ضرر

انسان اس خیر و شر کے جہان میں اپنے نفع اور نقصان کو کم پہچانتا ہے

20	کس نداند زشت و خوبِ کار چیست	جادۂ ہموار و ناہموار چیست

(بالعموم) کوئی نہیں جانتا کہ (حقیقی) اچھائی اور (حقیقی) بُرائی کیا ہے اور سفرِ حیات میں، ہموار اور ناہموار راستے میں کتنا فرق ہے

21	شرع بر خیزد ز اعماقِ حیات	روشن از نورش ظلامِ کائنات

شریعت (انسان کا فطری اور طبعی رجحان ہے) زندگی کی گہرائیوں سے اُٹھتی ہے اس کے نور سے کائنات کی تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں

22	گر جہاں داند حرامش را حرام	تا قیامت پختہ ماند ایں نظام

اگر دنیا میں لوگ شریعت کے مطابق حرام کو حرام سمجھیں تو قیامت تک انسانی اقتصادی معاملات کا یہ نظام مستحکم رہے گا

17۔ اس لوٹ کھسوٹ میں عالمی تجارت کے مہرے کیا کم تھے کہ صیہونیت کے خدا بےزار اور انسان دشمن و اخلاق دشمن کار پردازوں نے 'سود' کی بنیاد پر بینکوں کا نظام جاری کر رکھا ہے۔ بینکوں کا سود (چاہے وہ اپنے نام کے ساتھ اسلامی بھی لکھتے ہوں) انسان کے دل سے نورِ حق یعنی 'ضمیر' نام کی شئے کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ انسان تورات و قرآن کا انسان نہیں صرف ڈارون اور فرائڈ کا انسان یعنی درندگی میں ترقی یافتہ بندر، بھیڑیا اور مگرمچھ بن جاتا ہے۔

18۔ اے اللہ کے ماننے والے انسانو! جب تک دنیا سے یہ بینکوں کے ذریعے سودی نظام ختم نہیں ہوتا اس وقت تک منبر و محراب اور ٹی وی چینلز اور آن لائن فتویٰ کے وعظوں کا کچھ حاصل نہیں۔ اس ماحول میں حقیقت شناسی، انسانیت، (انگریزی میں انسان کو MAN کہتے ہیں اور اسی لفظ سے MANNERS یعنی انسانی خوش اخلاقی کے طور اطوار) اور تہذیب صرف الفاظ ہیں عملی لحاظ سے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

19۔ اس مادی دنیا میں اسباب ظاہر ہیں اور روح، خالقِ کائنات اور فرشتے نظر نہیں آتے لہٰذا انسان ظاہری اور فوری نفع و نقصان پر ہی نگاہ رکھتا ہے (یعنی نو نقد کا معاملہ کرتا ہے اور تیرہ ادھار کا سودا بالعموم نہیں کرتا) انسان علمِ حقیقی اور ایمانِ حقیقی کے بغیر حقیقی اور دیرپا نفع و نقصان کو سمجھ نہیں پاتا۔ اسی وجہ سے آسمانی ہدایت کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور اپنی عقل و منطق اور سیکولرازم کا قائل ہو جاتا ہے۔

20۔ وہ انسان جو صرف 'عقل' پر انحصار کرتا ہے اور عقل ہی کی روشنی میں زندگی کے مراحل کی رہنمائی تلاش کرتا ہے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اجتماعی مسائل اور بہت سے انفرادی سطح کے مسائل میں بھی عقل رہنمائی دینے اور 'امام' بننے کے قابل ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل اچھائی اور برائی کو حقیقتاً نہیں پہچان سکتی اور انسان کی پرسکون اور تسلیم و رضا کی زندگی میں اور بے سکونی کی زندگی یعنی ہموار راستہ اور ناہموار راستہ میں فرق محسوس ہی نہیں کر سکتی۔

21۔ شریعت کے احکام انسان کی مجموعی فطرت کے عین مطابق اور اس کی بنیادیں زندگی کی گہرائیوں اور طویل انسانی تجربات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ آسمانی ہدایت سے منہ موڑنے والی قومیں زندگی کے طویل سفر میں اندھیروں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی شریعت سامنے ہو اور عقلِ انسانی کا برموقع، برمحل اور مناسب استعمال ہو تو زندگی کی شاہراہ روشن ہو جاتی ہے اور ہر چہار طرف کائنات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔

22۔ اگر انسانیت کو اس بات کا حقیقی شعور آ جائے کہ انسان کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کس کس کام اور چیز کو حلال یعنی PERMISSABLE خیال کرنا ہے اور کس کس خیال اور کام کو ممنوعہ اور حرام سمجھنا ہے تو انسانی اجتماعی نظامِ حیات قیامت تک بڑے ہموار انداز میں چل سکتا ہے جبکہ ہر چہار طرف انسانوں کے گروہ اپنے مزعوم (صحیح و غلط) خیالات کو سند کا درجہ دے کر ان کو پھیلانے اور دوسروں کے نظریات و خیالات کو رد کرنے کی ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں الجھے ہوئے ہیں مگر آسمانی ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔

اگر پاکستان ڈٹ جائے اور طے کر لے کہ ہم نے آئی ایم ایف کے پاس نہیں جانا اور اشرافیہ سے لوٹی ہوئی دولت واپس لی جائے تو اب بھی پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے: ایوب بیگ مرزا

امریکی امداد بند ہونے میں ہی عوام کی بہتری ہے ورنہ قرضوں کا بوجھ مزید بڑھنے سے عوام کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوگا۔ : رضاء الحق

میزبان: آصف حمید

ٹرمپ حکومت کا پاکستان کے خلاف پہلا وار کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: ٹرمپ کی ٹویٹ کے بعد امریکہ نے پاکستان پر دو طرح کے وار کیے ہیں کہ ایک فوجی امداد بند کر دی اور دوسرا اس کو واچ لسٹ میں شامل کر دیا۔ امریکہ نے ایسا کیوں کیا؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں پاک امریکہ تعلقات کا تاریخی جائزہ پیش کروں گا تاکہ ان اقدامات کی اصل وجہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ پاکستان جنگ عظیم دوم کے فوراً بعد معرض وجود میں آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سارا یورپ کیمونزم کے نام سے کانپ رہا تھا جو بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا اور اس وقت یورپ کو اس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب برطانیہ کمزور ہو گیا اور امریکہ سپر پاور بن گیا تو ذمہ داری بھی امریکہ کے کندھوں پر آ گئی کہ وہ کیپیٹلزم کو آگے بڑھانے کے لیے کیمونزم کا راستہ روکے۔ لہٰذا وہ سمجھتا تھا کہ پاکستان بطور مذہبی ریاست کیمونزم کے خلاف مزاحمت کر سکتا ہے۔ اس بنیاد پر پاکستان کے ساتھ بڑے قریبی تعلقات قائم کیے گئے۔ سیٹو سنٹو معاہدات کیے گئے۔ لیکن یہ تمام تعلقات زیادہ تر امریکہ کے مفاد میں رہے۔ مثال کے طور پر جب 1965ء کی جنگ ہوئی اور پاکستان بھارت کے خلاف امریکہ کی مدد کا طالب ہوا تو امریکہ نے صاف کہہ دیا کہ ہم نے آپ کے ساتھ سیٹو اور سنٹو کے معاہدات صرف کیمونزم کے خلاف کیے تھے، انڈیا کے خلاف تو نہیں کیے تھے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے ساتھ مختلف حلیفانہ معاہدات کے باوجود امریکہ کا رویہ پاکستان کے ساتھ ہمیشہ دشمنی کا رہا ہے۔ اسی طرح 71ء میں ہم امریکی بیڑے کا انتظار کرتے رہے اور وہ نہیں آیا۔ اس پورے پس منظر میں آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت امریکہ شروع ہی سے پاکستان کے ساتھ دوستی کے روپ میں دشمنی کرتا رہا ہے یعنی اس کی دوستی مطلبی تھی۔ پاکستان کو سوائے جدید اسلحہ کے اس دور میں کوئی فائدہ نہیں ہوا لیکن امریکہ نے پاکستان کی مدد سے بہت فوائد حاصل کیے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے پاکستان کو استعمال کیا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنی مرضی کے فوائد حاصل کیے لیکن اس وقت صورت حال یہ بن گئی ہے کہ امریکہ جس مقصد کے لیے افغانستان میں آیا تھا وہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

افغان طالبان کو مکمل طور پر شکست نہ دے لے اور وہ ان کو پاکستان کے تعاون کے بغیر شکست دے ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اس نے پاکستان پر مختلف انداز سے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ لیکن جب ٹرمپ اقتدار میں آیا تو اس کے بعد اس دباؤ میں گنوار پن آ گیا اور اس نے غیر مہذب انداز میں یہ اقدامات کیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان اسلحہ کے معاملے میں کافی حد تک خود کفیل ہو گیا ہے کیونکہ چائنہ اور روس بھی اس حوالے سے پاکستان کی مدد کر رہے ہیں لیکن پھر بھی پاکستان کو سابقہ اسلحہ کے سپیئر پارٹس کے لیے امریکہ کے تعاون کی ضرورت پڑے گی۔ جہاں تک واچ لسٹ میں رکھنے کا اقدام ہے اس کا مطلب ہے کہ پاکستان کے اندر جو این جی اوز وغیرہ کام کر رہی ہیں جو اس حوالے سے امریکہ وغیرہ سے مدد حاصل کرتی تھیں اب وہ سب پاکستانی حکومت پر ٹوٹ پڑیں گی کیونکہ ان کی امداد بند ہو جائے گی۔ اور وہ پاکستانی حکومت پر دباؤ ڈالیں گی کہ وہ کسی طرح امریکی مطالبات ماننے کی کوشش کرے۔ لہٰذا یہ دو طرفہ حملہ ہے۔

سوال: امریکہ نے پاکستان کی دو طرح کی امداد بند کی ہے۔ اس کے بند ہونے سے پاکستان پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور امریکہ کے کون سے مقاصد پورے ہوں گے؟

رضاء الحق: پاکستان کو ملٹری امداد بھی امریکہ سے ملتی ہے۔ تقریباً دس سال پہلے پاکستان نے اس چیز کو realize کیا اور ملٹری لحاظ سے خود کفالت کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اس حوالے سے ایک ان آفیشل انفارمیشن یہ ہے کہ پاکستان بہت سے نئے میزائل بنا رہا ہے اور مختلف علاقوں میں diploy بھی کر رہا ہے۔ کیونکہ پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ کو خطرات کا اندازہ ہے۔ ویسے بھی امریکہ کی ملٹری امداد 200 ملین ڈالرز کے لگ بھگ تھی جو کوئی زیادہ بڑی امداد نہیں ہوتی۔ دوسری سائیڈ پر پاکستان کو جو امداد آتی ہے وہ عام طور پر این جی اوز یا میڈیا کو جاتی ہے۔ آپ کسی بھی ویسٹرن ایمبیسی میں چلے جائیں تو وہاں پر آپ کو windows مل جائیں گی جہاں پر آپ اپنا پروپوزل پیش کریں کہ ہم ہیومن رائٹس یا عورتوں کے حقوق کے لیے کام کر رہے ہیں تو وہ فوراً آپ کو فنڈز دے دیں گے۔ یہاں پر زیادہ این جی اوز ایسی ہی فارن فنڈنگ پر چل رہی ہیں۔ اب جب پاکستان کو واچ لسٹ میں ڈالا جائے گا تو اس سے جہاں یہ کہا جائے گا کہ پاکستان میں مذہبی آزادی نہیں ہے وہاں ایسی این جی اوز کی فنڈنگ پر بھی قدغن لگے گی اور پھر یہ این جی اوز حکومت پر پریشر ڈالیں گی کہ امریکہ جو چاہتا ہے وہ کام کیا جائے۔ حالانکہ اقلیتوں کو جتنی مذہبی آزادی پاکستان میں حاصل ہے اتنی کسی اور ملک میں نہیں ہے۔ انڈیا، اسرائیل اور خود امریکہ میں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اصل میں امریکہ کا یہ اقدام ان دونوں اطراف سے پریشر ڈالنے کے لیے ہے۔ اب جب دونوں طرف کا پریشر آئے گا تو اس کا سب سے زیادہ اثر ہماری اشرافیہ پر

پڑے گا۔یعنی جو سیکولر اور لبرل ذہنیت کے لوگ ہیں اور امداد کے لیے این جی اوز کے ساتھ مل کر چلنا چاہتے ہیں وہ سب سے زیادہ متاثر ہوں گے اور بدقسمتی سے انہی کی آواز حکومت کے ایوانوں اور دوسرے مضبوط اداروں میں سنی جاتی ہے۔لہٰذا حکومت اور ریاست پر بھی لازمی اس کا اثر ہوگا۔جبکہ عوام الناس پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

سوال: امریکہ نے پہلا پتا پھینک دیا آگے کیا اُمید رکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں جو بھی دشواریاں پیش آئیں گی امریکہ ان کا اتنا ذمہ دار نہیں ہے جتنے ہم خود ذمہ دار ہوں گے۔مثال کے طور پر اگر ہماری معیشت بہتر حالت میں ہوتی تو ہم امریکہ کو بہت ہی زیادہ زبردست جواب دے سکتے تھے۔لیکن موجودہ صورتحال یہ ہے کہ معاشی ماہرین کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کے پاس ستمبر اکتوبر میں آئی ایم ایف کے پاس جانے کے سوا کوئی چارا نہیں ہوگا۔ظاہر ہے جب پاکستان آئی ایم ایف کے پاس جائے گا تو آگے امریکہ کھڑا ہوگا۔چنانچہ یہ مشکلات ہم نے خود اپنے لیے پیدا کی ہیں۔امریکہ نے پاکستان کے خلاف جو سیاسی وعسکری اقدام کیے ہیں اقتصادی اقدام بھی ان کا ایک حصہ ہے۔اس نے پاکستان کے سیاستدانوں اور فوجی جرنیلوں کو باقاعدہ ٹارگٹ کر کے کرپٹ کیا اور اس طرح یہاں جو امداد آرہی تھی اس کو ضائع کروایا تا کہ ملک پر زیادہ سے زیادہ قرضوں کا بوجھ آجائے۔لہٰذا پاکستان اس حوالے سے امریکہ کا پریشر لینے پر مجبور ہوسکتا ہے۔لیکن یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جو حل نہ ہوسکتا ہو۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تکالیف آئیں گی، مشکلات آئیں گی۔لیکن اگر پاکستان ڈٹ جائے اور طے کرلے کہ ہم نے آئی ایم ایف کے پاس نہیں جانا اور اشرافیہ سے لوٹی ہوئی دولت واپس لی جائے تو اب بھی پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکتا ہے۔

رضاء الحق: پاکستان کے لیے ہر دو صورتوں میں مشکلات ہیں چاہے وہ آئی ایم ایف کی طرف جائے یا نہ جائے۔اگر آئی ایم ایف میں جاتا ہے تو اس سے مزید قرضوں میں پھنسے گا اور جو قرضہ یا امداد آئے گی وہ بھی عوام پر خرچ نہیں ہوگی۔بلکہ قرضوں کا بوجھ بڑھنے سے عوام کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوگا۔لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے لیے بہتری کس چیز میں ہے۔ہم سٹینڈ لے سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ سب ایک پیج پر ہوں اور سب مخلص ہو کر سوچیں۔لیکن کوئی یہاں اس طرح سوچتا ہی نہیں ہے۔سیاسی جماعتوں کے اپنے مفادات ہیں۔اسی طرح بیوروکریسی بھی مفادات رکھتی ہے کہ ہمارے پاس ڈالرز کے بریف کیسز آئیں۔اگر پاکستان باعزت طور پر سروائیو کرنا چاہتا ہے تو اسے ایک سٹینڈ لینا پڑے گا۔

ایوب بیگ مرزا: اب امریکہ نے ایک نیا پلان بنایا ہے۔بلیک واٹر کے بانی ایرک پرنس کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ غیر سرکاری فورس تیار کرے جس کی تعداد تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ہوگی۔وہ افغانستان میں اپنے کرائے کے فوجیوں کے ساتھ طالبان کے خلاف آپریشن کرے گا۔ان کو امریکی ایئر فورس اور افغان افواج کی مدد حاصل ہو گی۔یہ وہ پلان ہے جو امریکہ کولمبیا میں ''کولمبیا پلان'' کے نام سے آزما چکا ہے اور وہاں وہ کافی حد تک کامیاب ہوا تھا۔اس پلان کے ذریعے وہ طالبان کی اکثریت کو شہید کر کے معاملے کو یکطرفہ بنانا چاہتا ہے تا کہ طالبان مذاکرات پر مجبور ہو جائیں۔یہ پلان کافی خطرناک لگتا ہے اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے افغان طالبان اور

بلیک واٹر کے بانی ایرک پرنس کو ٹارگٹ دیا گیا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنے کرائے کے ایجنٹوں کے ذریعے افغان طالبان کی قوت پر ضرب لگائے۔

پاکستان کو کافی حکمت سے آگے بڑھنا ہوگا۔امریکہ کی اس غیر سرکاری فوج میں امریکی نہیں ہوں گے بلکہ افریقہ، انڈیا، بنگلہ دیش وغیرہ جیسے ملکوں سے لوگ بھرتی کیے جائیں گے۔لہٰذا ہماری حکومت، عسکری قیادت کو اس کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے ایک پالیسی بنانی چاہیے۔

سوال: ہماری حکومت اور اسٹیبلشمنٹ بیرونی امداد کی اتنی عادی ہے کہ انہیں اس کا نشہ لگ گیا ہے۔آپ کے خیال میں یہ اس نشہ کو چھوڑ سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: مشکل تو بہت ہے لیکن ناممکن نہیں ہے اور حالات کا جبر بھی بہت کچھ کرواسکتا ہے۔

سوال: کچھ لوگ اب بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم امریکہ کے آگے جھک جائیں؟

ایوب بیگ مرزا: اگر محض چند مطالبات ماننے کی بات ہو تو پھر بھی امریکہ سے معاملہ ہوسکتا ہے لیکن یہاں اصل سوال پاکستان کی سلامتی کا ہے۔امریکہ، انڈیا اور اسرائیل ہماری سلامتی کے درپے ہیں۔خاص طور پر اسرائیل اور انڈیا تو ہمارے وجود کے ہی خلاف ہیں۔البتہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان ایک اپاہج، فالج زدہ اور نشہ باز ملک کی صورت میں موجود رہے۔کیونکہ امریکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انڈیا کو بالکل ہی کھلا میدان دے دیا جائے جہاں وہ بالکل ہی بے لگام ہو جائے۔اس کے علاوہ امریکہ یہ بھی جانتا ہے کہ پاکستان کے بغیر افغانستان میں اس کی مشکلات میں ہزار گنا اضافہ ہوجائے گا۔

رضاء الحق: پاکستان کا مکمل طور پر غیر مستحکم ہونا اس پورے خطے کو بھی غیر مستحکم کرنے کا باعث ہوگا۔جہاں تک امداد کا نشہ لگ جانے کا تعلق ہے تو اس میں بہت بڑا رول کمرشلائزیشن نے ادا کیا ہے۔جس میں میڈیا، اسٹیبلشمنٹ اور ملٹی نیشنل کمپنیز شامل ہیں۔مثال کے طور پر جب ایران میں انقلاب آیا تھا تو وہاں پھیلتے ہوئے مغربی کلچر کے خلاف بھی انہوں نے کریک ڈاؤن کیا تھا۔اسی وجہ سے ایران میں اس کے بعد سے اسی طرح کی چیزیں بہت کم نظر آتی ہیں۔

سوال: ہماری سیاسی جماعتیں اس وقت جو کچھ کر رہی ہیں اس سے تو نہیں لگتا کہ وہ امریکہ کے سامنے سٹینڈ لیں گی۔کیا فوج اس حوالے سے کوئی قدم اُٹھا سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ماضی میں ہماری فوج نے ہی سب سے زیادہ امریکہ کے ساتھ تعاون کیا اور امریکہ سے فائدے حاصل کیے۔ادارے کی سطح پر بھی اور ذاتی سطح پر بھی۔لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یا تو حالات کے جبر کی وجہ سے یا شاید عقل آ گئی ہے کہ اس وقت فوج امریکہ کے سامنے سٹینڈ لینے کی پوزیشن میں نظر آ رہی ہے۔جنرل راحیل شریف اور موجودہ آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے ایران کے ساتھ اپنے معاملات ٹھیک کرنے کی جو کوشش کی ہے یہ بہت بڑا اقدام ہے۔کیونکہ کچھ سال پہلے پاکستان اور ایران کے درمیان تعلقات کافی کشیدہ ہو گئے تھے لیکن اب کچھ بہتری ہوئی ہے، خاص طور پر ہمارے فوجی سربراہوں کے ایران کے متعدد دوروں نے حالات کو کافی بہتر کیا ہے۔اب ایرانیوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ اس خطے میں امریکی اثر ونفوذ کو روکنے کے لیے ہم پاکستان کے ساتھ تعاون کریں گے۔میں صاف کہتا ہوں کہ ماضی میں ہماری فوج نے کافی غلطیاں کی ہیں۔لیکن اب فوج اپنی پالیسی میں تبدیلی لا رہی ہے اور اس تبدیلی کے پراسس کو فوج نے ادھورا چھوڑ دیا تو یہ پاکستان کے لیے بہت تباہ کن ہوگا۔کسی نے درست کہا تھا کہ امریکہ کے صدر نے جو ٹویٹ کیا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کا چائنہ اور روس کے قریب جانا ہے۔اگر واقعی اس میں کچھ حقیقت ہے

تو یہ بہت اچھا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ چائنہ اور روس بھی غیر مسلم ممالک ہیں لیکن اگر سیاسی لحاظ سے کسی دوسرے ملک کی مدد ہمیں مل رہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: اگر پاکستان کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے تو ہمارے دوست پڑوسی ممالک ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ ضرب المثل بھی ہے اور دنیا کی ایک حقیقت بھی ہے کہ جب تک آپ خود اپنے ساتھ مخلص نہیں ہو جاتے تب تک کوئی دوسرا بھی آپ کے ساتھ اخلاص سے پیش نہیں آئے گا۔ لیکن پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ چائنہ کے لیے جغرافیائی لحاظ سے پاکستان سے دوستی ناگزیر ہے کیونکہ اگر پاکستان بیچ میں سے نکل جاتا ہے تو چائنہ کا محاصرہ کرنا امریکہ کے لیے انتہائی آسان ہو جائے گا۔ افغانستان پر اس کا قبضہ ہے، ایران کسی وقت بھی اپنا رخ موڑ سکتا ہے اور انڈیا تو اس کی جھولی میں ہے۔

سوال: کیا یہ خبر درست ہے کہ چائنہ پاکستان میں فوجی اڈہ بنا رہا ہے؟

رضاء الحق: اصل میں اس کا ذکر اوریا مقبول جان نے اپنے پروگرام حرف راز میں کیا ہے کہ بلیک واٹر اور دوسرے معاملات کو ڈیل کرنے کے لیے پاکستان اور چائنہ کی آپس میں یہ انڈرسٹینڈنگ ہوئی ہے کہ جس طرح گوادر میں چائنہ کا نیول اڈا بنا ہوا ہے اسی طرح کا کوئی اڈا بنایا جائے۔ اب اس کا انکار چائنہ اور پاکستان دونوں کریں گے۔ کیونکہ یہ ایسا خفیہ معاملہ ہے جس کو فوری طور پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ گوادر میں وارشپس تو کھڑے ہیں لیکن باقاعدہ فوجی اڈے کا بننا بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ وہاں سے پورے مڈل ایسٹ میں امریکن assets کے اوپر سٹرائیک کر سکتے ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستان میں چائنہ کا فوجی اڈہ بننا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن امریکہ اور چائنہ کے رویے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امریکہ نے عسکری طاقت، بارود، جنگوں سے دوسرے ملکوں پر قبضہ کیا۔ افغانستان اور عراق کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں چائنہ کا انداز بہت مختلف ہے وہ سارے افریقہ پر بغیر ہتھیار چلائے قبضہ کر گیا۔ لہٰذا چائنہ کبھی جنگ کی طرف نہیں آئے گا۔ لیکن ہمیں چائنہ کی بہت زیادہ اقتصادی بالادستی کے حوالے سے چوکنا رہنا ہوگا۔ مختصر طور پر کہوں گا کہ چائنہ کا فوجی اڈہ ہمارے لیے اتنا نقصان دہ نہیں ہوگا جتنی امریکہ کی دوستی ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔

رضاء الحق: چائنہ جغرافیائی طور پر ہمارا پڑوسی ہے۔ جبکہ امریکہ ہمارا پڑوسی نہیں ہے۔ اس لیے چائنہ کو بہت احتیاط سے کام کرنا ہے۔ چائنہ بھی یہ بات جانتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ فوجی اڈہ بنا رہا ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ وہ پاکستان کے اوپر کوئی پریشر ڈالے، اس کا اپنا مفاد اس کے اندر موجود ہے۔ میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے اندر جو امریکی ایمبیسی (منی پینٹاگون) ہے اس کے اضافی عملے کو پاکستان فوراً فارغ کرے۔ کیونکہ اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کو ایک پوزیشن لینی پڑے گی۔

> ہمارے مسائل کا مستقل حل یہ ہے کہ اس ملک میں وہ نظام قائم کیا جائے جس کی بنیاد پر یہ بنا تھا۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ پاکستان کو فوری طور پر یہ قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ امریکہ نے دنیا میں جہاں بھی بڑے سفارتخانے بنائے ہیں وہاں انہوں نے تباہی پھیلائی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے پاس ایک اور ہتھیار بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس وقت 15 لاکھ غیر رجسٹرڈ افغانی موجود ہیں۔ اگر پاکستان ان کو واپس بھیج دے تو اس سے بھی امریکہ کو کافی مصیبت پڑ سکتی ہے۔ کیونکہ وہ جائیں گے تو سیدھے طالبان کے علاقوں میں جائیں گے۔ شنید یہ ہے کہ پاکستان نے ان کو نوٹس دے دیا ہے۔

سوال: ان حالات میں پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادتوں کو ایسے کیا اقدامات کرنے چاہییں کہ امریکہ کے پاکستان کے خلاف حالیہ اور آئندہ متوقع اقدامات کا مقابلہ کیا جا سکے؟

رضاء الحق: سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام جماعتیں ایک پیج پر ہوں لیکن بدقسمتی سے اس کے چانسز کم نظر آتے ہیں کہ وہ مل کر ایک قومی سوچ اپنائیں۔

ایوب بیگ مرزا: اتحاد و اتفاق کے بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ یہ دنیا کی ہر ریاست کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے چاہے وہ مذہبی ریاست ہو یا غیر مذہبی ریاست ہو۔ ہمارا معاملہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو ہر وہ ریاست جس نے اپنے نظریے سے انحراف کیا وہ شکست و ریخت سے دوچار ہوئی۔ سوویت یونین نے کمیونزم سے انحراف کیا تو وہ 67 سالوں میں ختم ہوگئی۔ پاکستان کا بھی ایک نظریہ ہے۔ یہاں پر تمام جماعتیں قومیت کی بنیاد پر ایک پیج پر نہیں آ سکتیں۔ کیونکہ ہم نے قومیت کی نفی کر کے پاکستان حاصل کیا تھا۔ یعنی ہم نے کہا تھا کہ قومیت کی بنیاد پر ملک نہیں بنے گا بلکہ مذہب کی بنیاد پر ملک بنے گا۔ لہٰذا ہم نے جس چیز کی نفی کی اسی کو پاکستان کے استحکام کی بنیاد کیسے بنالیں؟ پاکستان اسلام کے نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اور اسی بنیاد پر مغربی اور مشرقی پاکستان ایک ریاست بن گئے حالانکہ ان کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ اب بھی اگر آپ اتحاد کرنا چاہتے ہیں تو مذہب ہی کی بنیاد پر ایک جگہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ پاکستان اس وقت امت مسلمہ کا واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے اور جو دنیا میں امت مسلمہ کا رہبر بن کر مقابلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان جس نظریے پر قائم ہوا تھا وہ اگر ایک عملی شکل اختیار کر لے تو پھر اس کی بنیاد پر سب اکٹھے ہو سکتے ہیں اور پھر وہ ایک ایسی عمارت بنے گی جس پر کوئی خطرناک شے اثر نہیں کرے گی۔

سوال: لیکن ابھی فوری طور پر کیا حل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: فوری حل ایک ہی ہے کہ ہمیں پاکستان کی سلامتی کو اپنا مقصد بنانا ہوگا۔ اگر پاکستان قائم رہتا ہے تو سیاستدانوں، اسٹیبلشمنٹ، عوام سب کا فائدہ ہے۔ لہٰذا کم از کم اس کو بنیاد بنا لیجیے کہ پاکستان دنیوی لحاظ سے ہماری ایک پناہ گاہ ہے، اگر اس پناہ گاہ کی ہم نے حفاظت نہ کی تو ہم سب کا نقصان ہوگا۔ لہٰذا اس وقت جو دھرنے، کھینچا تانی وغیرہ جاری ہے، یہ سب کچھ بند ہونا چاہیے۔ سب کی ایک سوچ ہو کہ ہم نے خارجی دشمن کا مقابلہ کرنا ہے اور جو سیاسی سسٹم چل رہا ہے اس کو ڈی ریل نہ کیا جائے۔ نئی حکومت کو منتخب ہونے دیا جائے اور قوم کوشش کرے کہ اس دفعہ صادق اور امین لوگوں کو منتخب کرے۔ یہ وقتی حل ہے لیکن مستقل حل یہ ہے کہ اس نظام کو نافذ کیا جائے جس کی بنیاد پر پاکستان بنا تھا۔ پاکستان بہت برے حالات سے دوچار تھا اور ہے۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ وہ جلد ان شاء اللہ ان حالات سے نکل جائے گا کیونکہ پاکستان کا وجود، اس کا ایٹمی صلاحیت بننا سب معجزات ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ مشیت ایزدی ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے کوئی ایسا کام لینا چاہتا ہے جو دنیا میں امت مسلمہ کے لیے سرخرو ہونے کی بنیاد بنے۔

> قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ نامراد جنگ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ٹرمپ کی ٹویٹ سے پاکستان، امریکہ کے مابین شروع ہونے والی تُوتُو میں میں جاری ہے۔ آپس کے جھگڑے میں بہت سے حقائق سے بھی پردہ اٹھ رہا ہے۔ جو باتیں ایک تسلسل سے ہم باور کروانے کی کوشش میں رہے مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا! اب سبھی سیاستدان، حکومتی بڑے، مقتدرین بہ زبانِ خود، بہ قلم خود بھی وہی ارشاد فرما رہے ہیں، دہائیاں دے رہے ہیں۔ یا امریکہ! یہ تمہاری جنگ تھی جو ہم نے لڑی! یہ ساری جانی، مالی قربانیاں ہم نے تمہاری خاطر دیں! عمران خان نے کہا: امریکی اشارے پر ہم نے اپنے قبائلی علاقے تباہ کر دیے۔ وزیر خارجہ خواجہ آصف نے کہا: دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری نہیں تھی۔ ہم نے جعلی جہاد لڑا۔ بلکہ حیرت انگیز مماثلت راقمہ کے گزشتہ کالم اور وزیر خارجہ کے مکمل بیان (بہ صورت ٹوئٹس) میں تھی! (جو حاشا وکلا ہم نے پہلے نہیں پڑھیں تھیں) اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ نے فرمایا: امریکہ نے جنگ ہم پر تھوپی۔ 130 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ بدلے میں لالی پاپ دیا۔ ڈی جی آئی ایس پی آر نے کہا: ہم نے دو مرتبہ دوسروں کی جنگ لڑی۔ اب ہم اپنی سرزمین پر دوسروں کی جنگ نہیں لڑیں گے لیکن عجب طرفہ تماشا ہے کہ ساتھ ہی وزیر دفاع فرماتے ہیں: ابھی امریکہ کے ساتھ مل کر چلنا چاہتے ہیں۔ یعنی کمبل تو ہمیں چھوڑنا چاہتا ہے ہمی کمبل کی جان سے چمٹے پڑے ہیں۔ ع

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی!

ملک بھر میں یہ ڈھنڈورا رہا کہ یہ ہماری جنگ ہے۔ اگر یہ ہماری جنگ تھی تو امریکہ جیسا ٹکے گننے والا ہم پر ڈالر کیوں برسا رہا تھا؟ کیا 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں امریکہ ہم پر اتنا مہربان تھا؟ حقیقت سے کون واقف نہیں! یہ امریکہ کی جنگ تھی، اسی لیے ہم اپنی قربانیوں کا تذکرہ کرتے نہیں تھک رہے۔ وگرنہ ہم نے کب بھارت کے خلاف جنگوں میں دی گئی جانی مالی قربانیاں امریکہ کو باور کروائیں! پاکستان نے باقاعدہ حقائق نامہ جاری کیا ہے اس جنگ میں دی گئی قربانیوں کا: 10 لاکھ لوگ ہم نے 2014ء میں شمالی وزیرستان سے نکلنے پر مجبور کیے۔ 22,100 شہری جاں بحق ہوئے، 40,792 زخمی ہوئے۔ 2001-2015ء کے دوران 8214 فوجی جاں بحق ہوئے۔ ہم نے 31 ہزار طالبان و دیگر عسکریت پسند مارے۔ 58 صحافی اور 92 انسانی حقوق ورکرز اس جنگ کا لقمہ بنے۔ امریکی سیکرٹری دفاع نے تسلیم کیا کہ تنہا پاکستان کے فوجیوں کا جانی نقصان، تمام نیٹو کے مارے جانے والے افراد سے زیادہ ہوا۔ امریکہ کے اس جنگ میں 2357 فوجی مرے جبکہ پاکستان نے 8214 کی قربانی دی۔ اس کے باوجود ٹرمپ آنکھیں دکھا رہا ہے۔ ان حالات میں بھی جبکہ امریکہ بدستور ہماری فضائی، زمینی، ریلوے تک کی تمام سہولتیں مفت استعمال کر رہا ہے۔ اور جبر یہ بھی ہے کہ ایک مہینے میں 100 بار امریکی ڈرون ہنگو، اورکزئی اور پارہ چنار آ جا رہے ہیں۔ (طلعت حسین۔ دی نیوز) چوری اور سینہ زوری پر ہمارا رویہ اگر اب بھی فدویانہ اور منت سماجت کا رہا تو پاکستان کی آخری دفاعی لائن، ایٹمی قوت داؤ پر لگ جائے گی۔ سوشکوے شکایتوں سے بڑھ کر دوٹوک غیرتمندانہ پالیسی ناگزیر ہے۔ شمالی کوریا سے اسباق لینے کی ضرورت ہے۔

ٹرمپ کے حوالے سے شائع ہونے والی تازہ ترین کتاب فائر اینڈ فیوری نے تہلکہ مچا رکھا ہے۔ یہ شعلے کس پر برسائے جا رہے ہیں؟ غصہ کس پر اگلا جا رہا ہے؟ یہی تو جمہوریت کا حسن ہے (یعنی ٹرمپ)! امریکی جمہوریت اقبال کے شعر کی تائید کرنے چل دی۔ ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری!

لیلائے جمہوریت اگر ٹرمپ پر فدا ہو گئی تو اس بے چارے اول جلول متانے دیوانے کا کیا قصور! افغانوں نے امریکہ کو مار مار کر فاتر العقل کر دیا جس کا نتیجہ صورت ٹرمپ سامنے آیا۔ اب دنیا منتظر ہے کہ ٹرمپ کا میڈیکل چیک اپ 12 جنوری کو ہے۔ لیکن مایوس کن خبر کا یہ حصہ ہے کہ اس میں دماغی معائنہ شامل نہیں ہے۔ (یاد رہے کہ یہ وضاحت وہائٹ ہاؤس کے ترجمان کو دینی پڑی!) اصلاً تو ٹرمپ کی ذہنی صحت پر شدید تحفظات کا اظہار کرنے والے (امریکی اعلیٰ افسر اور اراکین کانگریس تک) امریکی ووٹروں کی ذہنی صحت پر انگلی اٹھا رہے ہیں۔ یہ لیبیا تو نہیں ہے کہ کرنل قذافی آ گیا۔ نہ ہی سعودی بادشاہت ہے کہ شاہ اور ولی عہد آ گئے اور سب منہ تکتے رہ گئے! بڑی بھاری بھرکم لدی پھندی انتخابی مہم جمہوری غلغلوں میں سے یہ بتاشہ برآمد ہوا ہے، اب سر کا ہے کو پیٹ رہے ہیں! سارا جھگڑا افغانستان کا ہے۔ امریکی جنگوں کا ہے۔ صرف عراق افغانستان میں امریکہ کا 7-6 ٹریلین ڈالر خرچ ہو گیا۔ امریکہ پر 19 ٹریلین 659 ارب ڈالر کا قرضہ ہے۔ تاہم ایک مخمصہ ضرور ہے۔ کھربوں ڈالر، دنیا جہان کی ساری سائنس ٹیکنالوجی، 49 ممالک کی فوجیں بحروبر ہوائی طاقت (Military Might) جھونک کر بھی ایک چھوٹا سا پسماندہ ترین ممالک میں سے ایک مسکین درویش ملک فتح نہ ہو سکا؟ ملٹی بلین ڈالر سوال ہے نا! سارے تھنک ٹینک، تحقیقی ادارے، علم و فن سے لدی یونیورسٹیاں، تمام دانشور سر جوڑ کر اس کا جواب تلاش کریں۔ امریکہ نیٹو کے بھاری بھرکم فوجی تربیتی اداروں سے نکلنے والے مایہ ناز جرنیل، ملٹری سٹریٹجسٹ، سینڈ ہرسٹ ویسٹ پوائنٹ سے سند یافتہ، ناکام کیونکر ہو رہے ہیں؟

امریکی فوجی، عام سپاہی کی نہایت ہائی ٹیک تیاری دیکھیے۔ وردی۔ لوازمات جنگ اس کا پٹھو (Back Pack) جس میں ہمہ نوع شاندار اشیائے ضروریہ۔ تیار کھانے۔ خود بخود گرم ہو جانے والی خوراک، (ہائی پروٹین، ہائی انرجی) ہیڈ لیمپ، فلیش لائٹ، جی پی ایس یونٹس، کیمرہ، دوطرفہ ریڈیو، سیٹلائٹ فون، سیل فون، سمارٹ فون، فیلڈ لیپ ٹاپ، فرسٹ ایڈ کا زبردست سامان، علاوہ ازیں گولی پروف بم پروف (ملک الموت پروف، جنون پروف، بزدلی پروف نہیں) تیاری۔ چلتے پھرتے قلعہ نما ٹرکوں (ہمویز) میں پیمپر پوش! جن سے مقابلہ ہے، ان کی کل متاع ایک عدد چادر کندھے پر ہے۔

یہی ان کی جائے نماز، دسترخوان، اوڑھنی، بستر اور پیدل چلتے ہوئے بوقت ضرورت تھیلے(Bag) کا کام بھی دیتی ہے۔خوراک میں گڑ، چنے، رخشک روٹی (جو پانی میں بھگو کر کھالی جاتی ہے) میں سے جو میسر ہو ساتھ رہتی ہے۔ پیدل، وگرنہ موٹر سائیکل سواری کے لیے ہموی کے بالمقابل کام آتی ہے۔ رہی بات اسلحے کی تو دنیا کی ساری عسکری قوت کے مقابل کارفرما صرف کلاشنکوف، راکٹ لانچر، اور پریشر ککر میں بنایا گیا دیسی بم (IED) اس محیر العقول جنگ میں افغانوں کا سرمایہ ہے! یا وہ جو دشمن سے چھین سکیں! اس موازنے اور مقابلے کو سمجھنے کے لیے عقل بہت ناکافی ہے۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات!

یہ راز قرآن کی 485 آیات، اسلامی تاریخ کے ہر صفحے اور انہی رومیوں کی سپر پاور کو الٹنے والے معرکہ ہائے موتہ اور لشکر اسامہ بن زیدؓ، اجنادین، یرموک، میں موجود ہے۔ یہ سب ہمارے نصابوں سے نکال کر پوری مسلم دنیا کو تختۂ مشق بنادیا گیا۔ افغانوں کی خوش نصیبی یہ رہی کہ وہ قرآن، علماء اور مدارس سے وابستہ رہے۔ بدرتا حنین و تبوک کے اسباق نے 21ویں صدی میں تاریخ دہرا کر دکھا دی۔ اجنادین کے معرکے میں جنگ شروع ہونے سے پہلے رومی سپہ سالار نے اسلامی کیمپ اور فوج کے حالات دیکھنے کو جاسوس بھیجا تھا۔ اس کی رپورٹ کے مطابق: مسلمان اپنی راتیں راہبوں کی طرح خدا کی عبادت اور قیام و سجود میں گزارتے ہیں اور دن گھوڑوں کی پیٹھ پر جنگجو سواروں کی طرح۔ وہ نیکوکار اور انصاف پسند ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہو تو خواہ وہ شہزادہ ہی کیوں نہ ہو وہ اسے سنگسار کردیں گے، اگر وہ چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیں گے۔ یہ سن کر سپہ سالار گھبرا گیا کہ اگر یہ سچ ہے تو ایسے دشمن سے مقابلہ کرنے سے مرجانا بہتر ہے۔

مسلم دنیا آج اسلاف سے رشتہ توڑ کر کفر کی چاکری میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسلام کو اپنے ملکوں سے دیس نکالا دینے کے درپے ہے۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ، خالد بن ولیدؓ، مثنیٰ بن حارثہؓ کے متبعین، ٹرمپ اور کشنر پلان پر اپنے ملکوں میں عباد و بلاد کو ڈھالنے میں نہایت پُرجوش ہیں۔ ہمارے ہیٹ پوش ترقی پسند روشن خیال وزیر اعلیٰ پنجاب نے سعودی عرب میں محمد بن سلمان کو یقین دہانی کروائی کہ: ہم نے ترقی یافتہ پاکستان کی بنیاد رکھ دی ہے (بمقابلہ سعودی وژن 2030ء)۔ اسی کے مظاہر روشن خیالی کے نام پر اسلام اور اہل دین کا گلا گھونٹنے کے تمام اقدامات ہیں۔ ایمان، حیا، اقدار سے ہاتھ دھو کر ملک بھر میں مسلسل ہر سطح پر 16 سالوں سے سیکولر، لبرل طرز زندگی کا فروغ۔ اختلاط، فیشن، میڈیا میں ہر حد توڑ کر عریانی فحاشی کے امڈتے سیلاب۔ ترقی اور آزادی کے سنہرے پردے کی آڑ میں نظام تعلیم و تربیت کی مکمل تباہی و بربادی۔ جس کا نتیجہ مکمل معاشرتی، سیاسی، معاشی انتشار ہے۔ خوفناک حد تک روزافزوں جنسی جرائم، نفسیاتی بیماریاں، ٹوٹتے گھر۔ قصور میں اب معصوم بچی پر توڑے جانے والی قیامت ہو یا قبل ازیں سینکڑوں بچوں پر جنسی تشدد کا شرمناک مسلسل 6 سال کا سکینڈل (جو بلا نتیجہ رہا) یہ نام نہاد روشن خیالی کے پھوڑے اور ترقی کے ناسور پالے گئے ہیں۔ قہر خداوندی کا پیش خیمہ خدانخواستہ۔ قوم کے رہنماؤں کو باہم سر پھٹول اور پوائنٹ سکورنگ، سکینڈلائزنگ سے فرصت نہیں۔ پیسہ کرسی شہرت سے بہتر کوئی مقصد حیات سامنے نہیں۔ ملک و ملت کا غم کھانے کی فرصت کہاں! مجرم ہمہ نوع دندناتے پھرتے ہیں۔ حافظوں، عالموں، صالحین سے جیلیں عقوبت خانے امریکی جنگ کے ہاتھوں بھرے پڑے ہیں۔ سوا ستیاناس اس پرائی جنگ کا جس نے ہمیں پاگل کردیا!

☆☆☆

Quran Academy Alumni

(وابستگانِ رجوع الی القرآن کورس)

ممبر شپ فارم

نام: ________ ولدیت: ________

تاریخ پیدائش: ________ تعلیم: ________

پتہ: ________

موبائل: ________ ای میل: ________

واٹس ایپ نمبر: ________ لینڈ لائن نمبر: ________

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ 1) سیشن: ________

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ 2) سیشن: ________

جزوقتی/مکمل شرکت: ________

چار ہم جماعتوں کے نام (1) ________ (2) ________

(3) ________ (4) ________

رجوع الی القرآن تحریک کی مناسبت سے آپ کی مصروفیات/مشاغل (مختصراً)

____

نوٹ تعلیمی وابستگان کو مرکزی انجمن کی اعزازی ممبر شپ جاری کی جائے گی۔

ڈونیشن ________ (کم از کم -/100 روپے ماہانہ)

مرکزی انجمن خدام القرآن، 36 کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

ای میل: irts@tanzeem.org —— واٹس ایپ: 0322-4371473

نوٹ سابقہ کسی بھی سال/سیشن میں قرآن اکیڈمی لاہور سے رجوع الی القرآن کورس پارٹ (1) یا پارٹ (2) میں شرکت کرنے والے حضرات (صرف مرد) سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا فارم پُر کرکے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس یا موبائل نمبر پر بھیج دیں۔ شکریہ!

قوم، وطن اور شناخت

محمد سمیع

بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جو آج کی اصطلاح میں ذہن میں کلک کر جاتے ہیں اور ذہن اسے محفوظ کر لیتا ہے۔ ایسا ہی ایک جملہ یوم آزادی کے موقع پر ایک بینر میں لکھا ہوا نظر آیا جو یہ تھا۔ آج سے ستر سال پہلے قوم کو ایک وطن کی تلاش تھی۔ آج وطن کو ایک قوم کی تلاش ہے۔ واقعی یہ جملہ ایک حقیقت ہے۔ آیئے اس پر غور کرتے ہیں۔

غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں میں ہر وہ تقسیم موجود تھی جو عرصے سے چلی آ رہی ہے۔ شیعہ اور سنی کی تفریق تو ہے ہی بہت پرانی۔ مذہبی گروہوں میں دیوبندی اور بریلوی کی بھی تقسیم تھی۔ زبان کے اعتبار سے بھی تقسیم موجود تھی۔ اردو اسپیکنگ، پنجابی، سندھی، پشتون، بلوچ اور نہ جانے کتنی زبانیں بولنے والے برصغیر کے مسلمانوں میں موجود تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران نعروں مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ نے ان تمام گروہ بندیوں کو مغلوب کر لیا تھا اور ایک ہی شناخت باقی رہ گئی اور وہ مسلمان ہونے کی شناخت تھی۔ یہ وہ شناخت ہے جو رب کائنات نے اپنے اطاعت شعار بندوں کو دی ہے۔ سورہ حج کے آخری رکوع میں وارد ہوا کہ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ شاید ہمیں یہ نام پسند نہیں آیا اور ہم مسلمان بتدریج گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور آج بھی ہیں۔

بہر حال تحریک پاکستان کے دوران لگائے گئے نعروں نے مسلمان قوم نے اپنے تمام تر اختلافات کو فراموش کر دیا اور ایک متحد قوم بن گئے۔ نتیجتاً دنیا کے نقشے پر مملکت خداداد پاکستان معجزانہ طور پر وجود میں آ گیا۔ کہنے والے لاکھ کہیں کہ پاکستان کے قیام کا سبب ہندوؤں کی معاشی بالادستی کا خوف تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ایک فیکٹر پر مسلمانوں کا متحد ہونا ممکن نہ تھا۔ بہر حال اس سے مذکورہ بالا جملے کے پہلے حصے کی تصدیق ہو گئی کہ آج سے ستر سال پہلے قوم کو ایک وطن کی تلاش تھی جو اسے مل گئی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ تو مقصد وجود کیا ٹھہرا؟ یہ کہ یہاں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ ہونا چاہیے تھا۔ اسی کا خواب مسلمانان برصغیر نے تقسیم ہند سے قبل دیکھا تھا۔ لیکن پھر ہوا یہ کہ آزادی نے ہمیں یہ بھی بھلا دیا کہ ہم ایک مسلمان قوم ہیں اور اسلام میں مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں۔ ہر آزادی شریعت کے احکام کے تابع ہے۔ جب ہم ایک مطلق آزاد قوم بن گئے تو وہی ہوا جو دنیا کی دوسری آزاد قوموں کے ہاں ہوتا ہے۔

ہم نے اپنے ہاں اسی نظام کو نافذ کیا جو ہمارے سابق آقا کا جابرانہ اور استحصالانہ نظام ہے۔ اس نظام کے جبر کے نتیجے میں ہم نے بھی ایک دوسرے کی حق تلفیاں شروع کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے بنگالی بھائیوں نے زبان کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا۔ دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت دولخت ہو گئی۔ بنگالیوں نے جب اپنے جداگانہ تشخص کی بنیاد پر آزادی حاصل کر لی اور ہم نے اس عظیم سانحے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور ملک کے مختلف طبقات ایک دوسرے کا استحصال کرتے رہے تو اس کے نتیجے وہ ساری تقسیم جو قبل از تقسیم ہند مسلمانوں میں موجود تھی، دوبارہ وجود میں آ گئیں۔ سندھو دیش اور پختونستان اور اب آزاد بلوچستان کی باتیں ہونے لگیں۔ پنجابستان کا نعرہ اس لئے نہیں لگا کیونکہ جمہوری نظام کے تحت اپنی اکثریت کی بنیاد پر انہیں پاکستان پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ صورتحال یہ بن گئی کہ پاکستان میں پنجابی قوم بھی ہے، سندھی، پختون اور بلوچی قوم بھی تو مہاجر بھلا کیوں پیچھے رہتے، انہوں نے بھی مہاجر قومیت کا نعرہ بلند کر دیا۔

مذہبی تفریق بھی ہم میں دوبارہ پیدا ہو گئے اور ہم شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ بن گئے۔ لہٰذا ہم نہ مسلمان رہے اور نہ پاکستانی۔ لہٰذا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قوم کو آج سے ستر سال قبل ملک کی تلاش تھی اور آج ملک کو ایک قوم کی تلاش ہے۔ صورتحال وہی ہے جو ایک کہنے والے نے کہا کہ پاکستان ہنوز اپنی شناخت کی تلاش میں ہے۔ پاکستان کی شناخت اسلام سے وابستہ ہے۔ یہی اس کے قیام کا سبب تھا، یہی اس کے استحکام کی ضمانت ہے اور اگر یہ نہیں تو پاکستان کے وجود کا کوئی جواز نہیں۔

ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب بہت واضح ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے رب نے ہمیں ایک عادلانہ نظام عطا فرمایا ہے لیکن ہم نے اسے پس پشت ڈال کر اغیار کے ظلم پر مبنی نظام کو گلے سے لگایا ہوا ہے۔ ہمارے اس انتخاب کے نتیجے میں معاشرے میں عدل کی جگہ ظلم نے لے لی ہے۔ دنیا کے تمام نظام آزمائے جا چکے ہیں ملوکیت ہو یا سرمایہ دارانہ جمہوریت ہو یا کمیونزم، یہ سارے نظام انسانوں نے بنائے ہیں۔ انسان اللہ کی مخلوق کے ساتھ انصاف کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ سارے نظام ناکام ہو چکے ہیں۔

اللہ اپنے بندوں کو خوب سمجھتا ہے اور وہی ایسا نظام دے سکتا ہے جو اس کے تمام مخلوق کے درمیان عدل قائم کر سکے کہ یہی تمام انبیاء و رسل کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد تھا کہ وہ زمین پر انصاف قائم کریں۔ ہم اس نظام پر خزانے کا سانپ بن کر بیٹھے ہیں، نہ خود اس سے استفادہ کرتے ہیں اور نہ دنیا والوں کو اس سے استفادے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سطحی اور غیر ضروری قسم کے مباحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ ❁❁❁

بقیہ : دین و دانش

''آپ کہہ دیں بلاشبہ میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دے دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔'' (سبا:39)

نیز فرمایا:

''بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے انہوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہو گی، تاکہ وہ انہیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا نہایت قدردان ہے۔'' (فاطر:29، 30)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ صرف دنیاوی بلکہ اخروی خیر و برکت بھی حاصل ہو گی۔ (ان شاء اللہ) ❁❁❁

صدقہ کیا ہے؟

حافظ ندیم ظہیر

ہر وہ چیز جو مسلمان اپنے مال میں سے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے، اسے صدقہ کہتے ہیں۔ صدقے کا لفظ زکوٰۃ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(٦٠)﴾ (البقرۃ)

لیکن اکثر جب صدقے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد نفلی صدقہ ہی لیا جاتا ہے اور جو صدقہ فرض ہے اور اسلام کے لیے قرآن میں سے ایک ہے اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور نفلی صدقہ، دونوں کے لیے قرآن نے ایک اور اصطلاح، انفاق فی سبیل اللہ بھی استعمال کی ہے۔ صدقے کا لفظ بنیادی طور پر 'صدق' سے نکلا ہے جس کا معنی سچائی ہوتا ہے۔ صدقے کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صدقہ دینے والے کے ایمان کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے، یعنی جو شخص اپنا مال اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے وہ پکا اور سچا مومن ہوتا ہے، کیونکہ کوئی منافق یا کافر تو بغیر کسی ذاتی غرض کے اپنا مال خرچ نہیں کرتا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ))

''یعنی صدقہ (آدمی کے مومن ہونے کی) حجت اور دلیل ہے۔'' (صحیح مسلم: 223)

اللہ رب العزت کے راستے میں اللہ کے عطا کردہ مال میں سے خرچ کرنا، خوش نصیبی کے اسباب اور غم والم کا ازالہ کرنے والے عوامل میں سے ہے۔ نیز یہ غریبوں سے ہمدردی اور مسکینوں کی غمگساری کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ کتاب وسنت میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب وتحریص اور تاکید وتلقین ہے، زیرِ نظر سطور میں اس کی اہمیت وفضیلت اجاگر کرنے کی مختصر سی کوشش کی گئی ہے۔

اہل ایمان کو سخاوت کا حکم

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش (ہی کام آئے گی) اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' (البقرۃ: 205)

نیز فرمایا:

''میرے بندوں میں سے جو ایمان لائے ہیں (آپ ان سے) کہہ دیں کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دلی دوستی (کام آئے گی)۔'' (ابراہیم: 31)

اہل ایمان کے اوصاف

اہل ایمان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (البقرۃ: 3)

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

''اور وہ لوگ کہ ان کے مالوں میں سائل کے لیے اور محروم کے لیے حق مقرر ہے۔'' (المعارج: 25، 26)

محروم سے مراد وہ مسکین وغریب ہے جو لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ اس کے ضرورت مند ہونے کا پتا چلتا ہے کہ لوگ اس پر صدقہ کریں۔

حقیقی نیکی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو، لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافر، مانگنے والوں اور گردنیں چھڑانے (کے لیے) مال دے۔'' (البقرۃ: 177)

صدقہ کرنے والے نیکوکار ہیں

اللہ رب العزت نے فرمایا:

''اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔'' (المنافقون: 10)

یہ آیت اپنے مفہوم میں بڑی واضح ہے کہ نیک وصالح لوگ ہی صدقہ وخیرات کرتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص صدقہ کیے بغیر مر گیا، اس کے لیے یہ حسرت بن جائے گا۔

بخیلی کی مذمت اور صدقہ کرنے کی رغبت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے، لہٰذا اپنی طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرو، سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمہارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں تو وہی کامیاب ہیں۔'' (التغابن: 15، 16)

نیز فرمایا:

''اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھو۔'' (بنی اسرائیل: 29)

یعنی بخل اور کنجوسی مت کرو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کنجوس کی اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن کے جسم پر لوہے کے کرتے یا زرہیں ہوں اور ان کے ہاتھ ان کے سینے کے اوپر بندھے ہوں۔ صدقہ کرنے والا شخص جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے نشاناتِ قدم کو بھی مٹا دیتی ہے اور جب کنجوس شخص صدقے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کی ہر کڑی دوسری کڑی میں پیوست ہو جاتی ہے اور زرہ سکڑ جاتی ہے اور اس کے ہاتھ سینے کے اوپر بندھے رہ جاتے ہیں۔'' (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''وہ (بخیل) زرہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ کھلتی نہیں۔'' (صحیح البخاری)

انفاق فی سبیل اللہ کی خیر وبرکت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(باقی صفحہ 15 پر)

ایک نابینا جو ہر بینا کے لیے مشعل راہ تھا

نادر عزیز، گجرات

سورہ کہف کی تلاوت ختم اور ایک سعید روح اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ بلا شبہ ایک بندہ مومن کے لیے دنیوی حیات کا یہ ایمان افروز اختتام قابل رشک ہے۔ میر محمد اقبال گزشتہ چار دہائیوں سے تنظیم اسلامی گجرات سے وابستہ تھے۔ آپ تنظیم اسلامی گجرات کے ایک ایسے رفیق تھے جن کی رفاقت اپنے رفقاء کے لیے باعث فخر وانبساط تھی۔ آپ کا وجود تنظیم اسلامی گجرات پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا مظہر تھا۔ مرحوم گزشتہ چند سالوں سے مختلف جسمانی عوارض کا شکار تھے۔ آخر کار دسمبر جمعرات کی بابرکت شب آپ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے اور جمعۃ المبارک کو آپ کے بیٹے علی جنید میر کی اقتدا میں انتہائی رقت اور دل سوزی کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

مرحوم کا شمار تنظیم اسلامی کے ان رفقاء میں ہوتا ہے جنہوں نے تنظیم سے وابستگی کی ابتدا سے لے کر اپنے سانسوں کے اختتام تک اس بیعت سمع وطاعت کا پاس رکھا جو انہوں نے اولاً بانی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور ثانیاً محترم عاکف سعید حفظہ اللہ کے ہاتھ پر کی تھی۔ آپ کی زندگی اقامت دین کے لیے ایک جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ کی ساری سعی وجہد رضائے الٰہی کے حصول کے گرد گھومتی ہے۔ ذریعہ معاش چائے کے کاروبار سے منسلک تھا جس کی وجہ سے آپ کو بازار میں جانا پڑتا اور اپنی نابینائی کے باعث آپ کے گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جس پر ٹھوکروں کے زخم نہ ہوں آپ ایک جانب رزق کی تلاش میں مگن ہوتے تو دوسری فکر نماز کی ہوتی جو معاش سے کئی گنا زیادہ تھی۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یوں تو آپ کی شخصیت بہت سے پہلوؤں سے قابل تقلید ہے لیکن نظم کی پاسداری میں حلقہ گوجرانوالہ میں شاید ہی کوئی آپ کے مقام کو پہنچتا ہو۔ آپ کو موسموں کی شدت، جسمانی عوارض، گھریلو مصروفیات، معاشی معاملات اور سب سے بڑھ کر ان کی مستقل معذوری کوئی بھی چیز انہیں نظم کی پابندی سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ میرا اور ان کا باہمی رفاقت کا رشتہ تقریباً بیس سال پر محیط ہے لیکن اس لمبے عرصے کے دوران شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو۔

تنظیم اسلامی کے تقریباً تمام اکابرین اور رفقاء کی ایک کثیر تعداد نہ صرف آپ سے واقف تھی بلکہ آپ سے شدید محبت رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور انہیں نابیناؤں کے سرخیل حضرت عبداللہ بن مکتوم ﷜ کی معیت میں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، تنظیم اسلامی وہاڑی کے بزرگ رفیق سابقہ امیر تنظیم وہاڑی راؤ محمد جمیل وفات پا گئے
برائے تعزیت: 0300-8637358

☆ حلقہ کراچی جنوبی، لانڈھی کے رفیق محمد ظفر وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے رفیق محمد زبیر اشفاق بھٹی کے والد وفات پا گئے
برائے تعزیت: 0303-8774942

☆ حلقہ سرگودھا، میانوالی کے ملتزم رفیق حاجی عبداللہ خان کی اہلیہ وفات پا گئیں
برائے تعزیت: 0343-6880786

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد'' میں

03 تا 04 فروری 2018ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز عصر)

علاقائی اجتماع برائے ملتزم رفقاء

برائے حلقہ جات اسلام آباد، پنجاب شمالی، پنجاب پوٹھوہار
اور آزاد کشمیر کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ ملتزم رفقاء شرکت کا اہتمام کریں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-2340147 ,0334-5309613

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36293939-36366638(042)

When the commoners smelled the "Elixir of Self-Realization"!

By: Muddassir Rasheed

French revolution was no doubt a great event in human history which had far reaching social and political impacts and has inspired people across the globe. However, there is a huge difference of opinion regarding what sorts of changes it really brought about. Some of the changes are quiet obvious such as the demolition of privileges in the social domain and the transition from monarchy to constitutional republicanism in the political domain. Though, it is a fact that these changes didn't last long and the minimalists have every reason to argue against such claims. The real purpose of this tract is to identify the impacts that did last and continued to shape the social and political landscape of the world, giving birth to the modern era we are living in today. In my opinion these were the "Feeling of dignity" and the "Feeling of self-realization".

Much of the Western political history we know today till the French revolution can be characterized as the age of Monarchy whereby Ruling families used to claim their right to rule over people and this claim remained unchallenged more or less. Their legitimacy used to be established through a heroic figure in the past who had given some good service to the nation. In most cases the service used to be the defense of country's boundaries (it's no surprise that the father figures of most of the monarchies were military commanders). His later generations just used to claim their legitimacy based on this heritage. Then there was the Church, which used to approve the Monarch's Rule "on God's behalf" and hence used to claim their share in the regime. No wonder that this alliance always remained in the nobility. Below this layer of nobility there used to be the working class and then the lower class. This has been more or less the social and political environment throughout the Western human history. There was no dignity, no honor for the classes below nobility. They were there to serve the nobility. This habit of obedience was established through generations and generations of slavery and it was this pattern of obedience in which rested the real power of the Monarchy-Church Alliance.

What happened during the French revolution is that the Monarch Louis the 16th offered the working class, the Sans-culotte, an opportunity to share the responsibility with him in the estates general in 1789 to avert the economic crisis, thanks to the suggestion by none other than the hero of the two worlds, Marquis de Lafayette. The famous *Lettres de Convocation* spelled:

Convocation spelled:

"We have need of a concourse of our faithful subjects, to assist us surmount all the difficulties we find relative to the state of our finances .... These great motives have resolved us to convoke the *assemblée des États* of all the provinces under our authority...."

And it was that moment of ignition, like a parched land, when given even a pinch of water sucks it in in no time, the deprived were given the "sense of dignity". The sans-collate grabbed that opportunity immediately and then held on it. The events that unfolded afterwards such as the convention of national assembly, the tennis court oath, the assembly of church of Saint-Louis, Necker's dismissal, the storming of bastille and so on gave them further opportunities to strengthen their grip on power and during these events they were not alone, the "sense of dignity" had already inspired the common people who rushed in support of the National Assembly, "intoxicated with liberty and enthusiasm", as rightly said by François Mignet.

It was not the first time however that the oppressed had tasted the "Feeling of dignity". It happened few other times in history as well, notably in the Roman republic era i.e. from 6th to 1st century BC. Similarly it happened for a short period of time during the reign of Prophet Muhammad *(SAAW)* and his early Caliphs *(RA)* in the 6th century AD but rolled back soon during the Umayyid and Abbasid Monarchies. In these eras the class system was also abolished and common people were given the opportunity to participate in the state affairs. However, it is rare that the common people had the opportunity to taste the "Feeling of self-realization". As mentioned before, the legitimacy of the monarchies was more or less based on their services in defending the boundaries of the country. People were willingly giving them their obedience because in return they would protect them. During the French revolution, what happened after the death of Louis the 16th is very important. As this was perhaps the first time the people and their representatives, not as common soldiers but as commanders, defended the country from foreign forces and averted the economic crisis. The monarch was no longer needed as common people realized that they could defend their country themselves.

It was at that time when they tasted the "Feeling of self-realization". These two feelings the "Feeling of dignity" and the "feeling of Self-realization" are thus the most revolutionary impacts of the French Revolution which lasted. They drastically changed the common people's perceptions and attitudes and gave them that confidence and courage that shaped the political and social landscape of not just France but the whole world afterwards and hence gave birth to the modern era we live in today.

Editor's Note: ***The author of this tract is a Rafique of Tanzeem-e-Islami. The views expressed by the author in this tract may not necessarily reflect the official narrative of Tanzeem e Islami.***

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ پنجاب شرقی، بہاولنگر کے ملتزم رفیق محمد طیب اکرم روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔ برائے بیمار پرسی: 0322-8732032

☆ ملتان، شجاع آباد کے منفرد رفیق محترم حسین بخش شدید علیل ہیں۔

☆ حلقہ پنجاب شرقی، مروٹ کے رفیق محمد ابرار قادری کا بھتیجا تقریباً ڈیڑھ ماہ سے ملتان چلڈرن ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.04

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

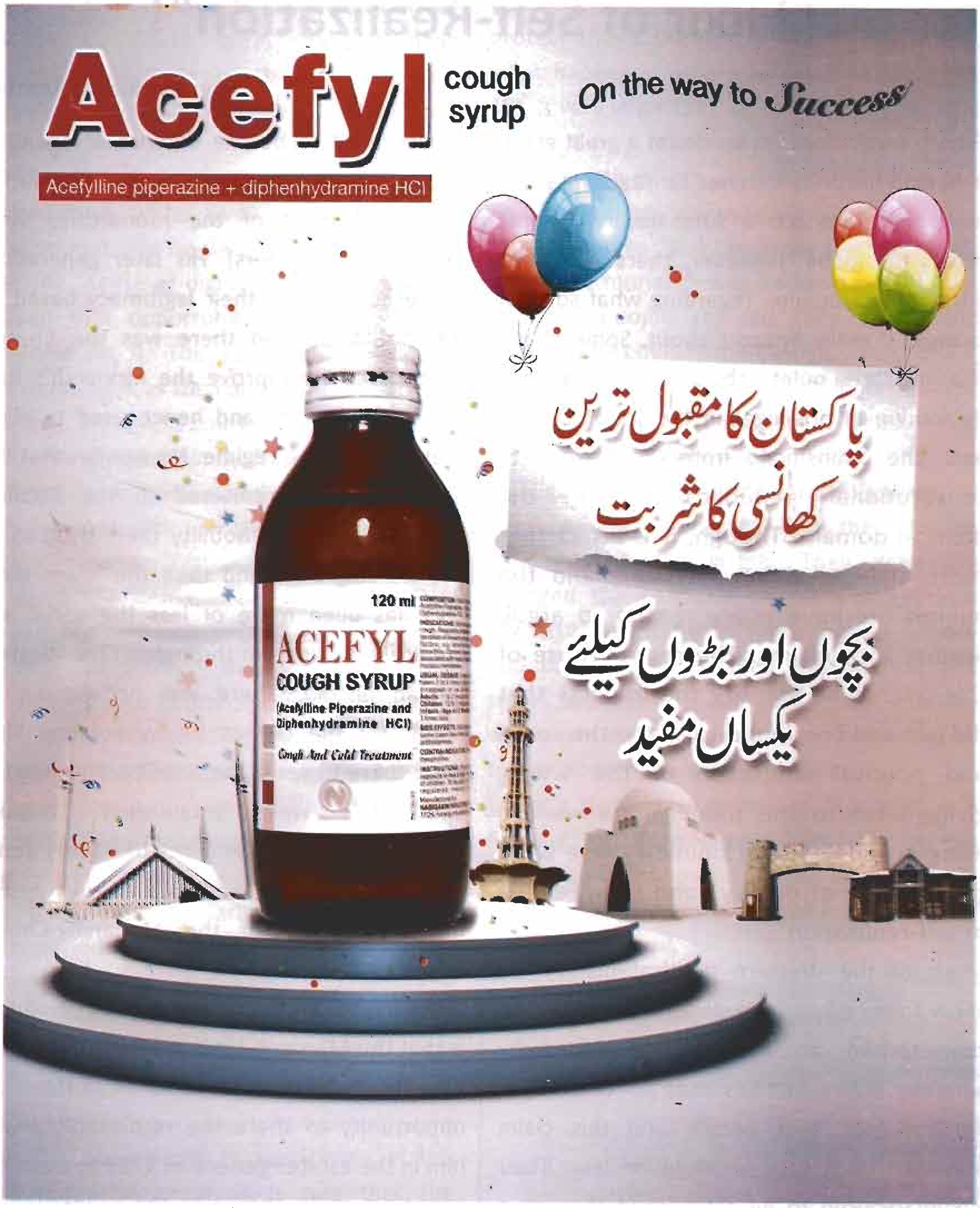

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

Your Health our Devotion